

كُتِبَ أَنْزَلْنَاكَ الْيَقِينَ لَتُخْرَجَ النَّاسُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

تفسير ابن كثير

رَأْسُ الْوَجْهِ الرَّفِيعِ
حَافِظُ عَمَّةِ أَدَالِدِينَ الْوَالْفِدَاءِ ابْنِ كَبِيرٍ

مُتَرَجِّمُهُ
خَطِيبُ الْهِنْدِ مَوْلَانَا مُحَمَّدُ جُونَا كَرُهِي

مَكْتَبَةُ قَدْوِيَّةٍ





چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر ابن کثیر

- | | | | |
|-----|---|-----|--|
| ۲۵۹ | • اہلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی | ۲۱۲ | • ہرنی کو ایذا دی گئی |
| ۲۶۰ | • اللہ تعالیٰ کے نافرمان جہنم کا ایندھن ہیں | ۲۱۴ | • اللہ کے فیصلے اٹل ہیں |
| ۲۶۱ | • پہلا امتحان اور اسی میں لغزش اور اس کا انجام | ۲۱۶ | • صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال باقی سب حرام |
| ۲۶۲ | • سفر ارضی کے بارہ میں یہودی روایات | ۲۱۶ | • سدھائے ہوئے کتوں کا شکار |
| ۲۶۳ | • لباس اور داڑھی جمال و جلال | ۲۱۹ | • موسیٰ اور کافر کا تقابل جائزہ |
| ۲۶۴ | • اہلیس سے بچنے کی تاکید | ۲۲۰ | • بستیوں کے رئیس گمراہ ہو جائیں تو تباہی کی علامت ہوتے ہیں |
| ۲۶۵ | • جہالت اور طواف کعبہ | ۲۲۲ | • جس پر اللہ کا کرم اس پر راہ ہدایت آسان |
| ۲۶۶ | • برہنہ ہو کر طواف ممنوع قرار دے دیا گیا | ۲۲۳ | • قرآن حکیم ہی صراطِ مستقیم کی تشریح ہے |
| ۲۶۸ | • موت کی ساعت طے شدہ ہے۔۔۔ اور اٹل ہے | ۲۲۴ | • یومِ حشر |
| ۲۶۹ | • اللہ پر بہتان لگانے والا سب سے بڑا ظالم ہے | ۲۲۵ | • سب سے بے نیاز اللہ |
| ۲۷۰ | • کفار کی گردنوں میں طوق | ۲۲۸ | • بدعت کا آغاز |
| ۲۷۱ | • بدکاروں کی روحمیں دھتکار رہی جاتی ہیں | ۲۲۹ | • نذر نیار |
| ۲۷۳ | • اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل انسانی بس میں ہے! | ۲۳۰ | • اولاد کے قاتل |
| ۲۷۵ | • جہنمیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ | ۲۳۰ | • مسائل زکوٰۃ اور عشر مظاہر قدرت |
| ۲۷۶ | • جنت اور جہنم میں دیوار اور اعراف والے | ۲۳۳ | • خود ساختہ حلال و حرام جہالت کا شکر ہے |
| ۲۷۸ | • کفر کے ستون اور ان کا حشر | ۲۳۴ | • اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال و حرام |
| ۲۸۱ | • آخری حقیقت جنت اور دوزخ کا مشاہدہ | ۲۳۶ | • مشرک ہو یا کافر توبہ کر لے تو معاف! |
| ۲۸۲ | • تمام مظاہر قدرت اس کی شان کے مظہر ہیں | ۲۳۸ | • نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں |
| ۲۸۷ | • نوح علیہ السلام پر کیا گزری؟ | ۲۴۱ | • یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید |
| ۲۸۸ | • ہود علیہ السلام اور ان کا رویہ! | ۲۴۱ | • شیطان راہیں فرقہ سازی |
| ۲۸۹ | • قوم عاد کا باغیانہ رویہ | ۲۴۵ | • قیامت اور بے بسی |
| ۲۹۶ | • شمود کی قوم اور اس کا عبرت ناک انجام | ۲۴۷ | • اہل بدعت گمراہ ہیں |
| ۲۹۶ | • صالح علیہ السلام ہلاکت کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں | ۲۵۱ | • جھوٹے معبود غلط سہارے |
| ۲۹۷ | • لوط علیہ السلام کی بد نصیب قوم | ۲۵۲ | • اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے |
| ۲۹۹ | • خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام | ۲۵۳ | • سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں |
| ۳۰۰ | • قوم شعیب کی بد اعمالیاں | ۲۵۷ | • اہلیس آدم علیہ السلام اور نسل آدم |

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ
 كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ
 أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿۱۱۳﴾ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ
 الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرَفَ الْقَوْلِ غَرُورًا
 وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۱۱۴﴾

اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور ہر چیز کو ہم ان کے سامنے بھی لا کر جمع کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ چاہے بلکہ ان میں سے اکثر نادانی کرتے ہیں ○ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن چند شریر انسانوں اور سرکش جنوں کو بنا دیا ہے کہ دھوکہ دہی کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں چکنی چیزیں باتیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ اگر تیرا رب چاہتا تو یہ شیطان ایسی حرکت نہ کرتے۔ تو ان سے اور ان کی بہتان بازیوں سے بے نیاز ہو جا ○

فرماتا ہے کہ یہ کفار جو تمہیں کھا کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ وہ دیکھ لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یہ غلط کہتے ہیں۔ تمہیں ان کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتے اترتے تو ہم مان لیتے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے۔ فرشتوں کے آجانے پر بھی اور ان کے کہہ دینے سے بھی کہ یہ رسول برحق ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ یہ صرف ایمان نہ لانے کے بہانے تراشتے ہیں کہ کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں فرشتوں کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں اگلے نبیوں جیسے معجزے لے آ۔ یہ سب حجت بازی اور حیلے حوالے ہیں۔ دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ زبان سے سرکشی اور برائی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر مردے بھی قبروں سے اٹھ کر آ جائیں اور کہہ دیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ قبلاً کی دوسری قرات قبلاً ہے جس کے معنی مقابلے اور معائنہ کے ہوتے ہیں۔ ایک قول میں قبلاً کے معنی بھی یہی بیان کئے گئے ہیں۔ ہاں مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس کے معنی گروہ گروہ کے ہیں۔ ان کے سامنے اگر ایک ایک امت آجاتی اور رسولوں کی صداقت کی گواہی دیتی تو بھی یہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اس لئے کہ ہدایت کا مالک وہی ہے نہ کہ یہ۔ وہ جسے چاہے ہدایت دے دے۔ وہ جو کرنا چاہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا اور وہ چونکہ حاکم کل ہے ہر ایک سے باز پرس کر سکتا ہے وہ عظیم و حکیم ہے۔ حاکم وغالب وقاہر ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّقَتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا بِغَيْرِ حَسَبٍ ذمہ مکہ عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ تمام تر نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ہر نبی کو ایذا دی گئی ☆ ☆ (آیت: ۱۱۳) ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ تنگ دل اور مغمو نہ ہوں جس طرح آپ کے زمانے کے یہ کفار آپ کی دشمنی کرتے ہیں اسی طرح ہر نبی کے زمانے کے کفار اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں جیسے اور آیت میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّنْ قَبْلِكَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحْرَقَةٌ لِّمَن يَّكْفُرُ بِآيَاتِنَا وَلَمْ يَحْسُبْ نَارَ الْجَهَنَّمَ اَكْبَرُ مِنْ نَّارِ الْمَسَاكِينِ جہنم نے صبر کیا۔ اور آیت میں کہا گیا ہے کہ تجھ سے بھی وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں کو کہا گیا تھا۔ تیرا رب بڑی مغفرت ہے اور ساتھ ہی المناک عذاب کرنے والا بھی ہے۔ اور آیت میں وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُحْرِمِينَ ہم نے کفاروں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے۔ یہی بات ورقہ بن نوفل نے آنحضرت ﷺ سے کہی تھی کہ آپ جیسی چیز جو رسول بھی لے کر آیا اس سے

وَلْتَصْنَعِ إِلَيْهِ أَفْئِدَةً الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿۵۱﴾

یہ صرف اس لئے کہ ان لوگوں کے دل ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں جو آخرت کو نہیں مانتے اور وہ انہیں پسند کر لیں اور جس عمل کے لائق یہ ہیں کہ گنہگار ہیں۔

عداوت کی گئی۔ نبیوں کے دشمن شریرا انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات بھی۔ عَدُوًّا سے بدل شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ ہے۔ انسانوں میں بھی شیطان ہیں اور جنوں میں بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا، کیا تم نے شیاطین انس و جن سے اللہ کی پناہ بھی مانگی لی؟ صحابی نے پوچھا، کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے۔ مجھ سے فرمانے لگے، ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ، نہیں پڑھی آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعت ادا کر لو۔ جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے، کیا تم نے انسانی و جناتی شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ جنوں کے شیطانوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ اس میں بھی انقطاع ہے۔

ایک متصل روایت مسند احمد میں مطول ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے۔ اور روایت میں حضور ﷺ کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ الغرض یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جس سے قوت و صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ انسانوں میں شیطان نہیں جنات کے شیطان ایک دوسرے سے کانٹا پھوسی کرتے ہیں؟ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انسانوں کے شیطان جو انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جنوں کے شیطان جو جنوں کو گمراہ کرتے ہیں جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے اپنی کارگزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں کو اس طرح بہکا یا۔ تو فلاں کو اس طرح بہکایا ایک دوسرے کو گمراہی کی طریقے بتاتے ہیں۔ اس سے امام ابن جریر تو یہ سمجھے ہیں کہ شیطان تو جنوں سے ہی ہوتے ہیں لیکن بعض انسانوں پر لگے ہوئے ہوتے ہیں، بعض جنات پر۔ تو یہ مطلب عکرمہ کے قول سے تو ظاہر ہے۔ ہاں سدی کے قول میں متحمل ہے۔ ایک قول میں عکرمہ اور سدی دونوں سے یہ مروی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جنات کے شیاطین ہیں جو انہیں بہکاتے ہیں جیسے انسانوں کے شیطان جو انہیں بہکاتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر مشورہ دیتے ہیں کہ اسے اس طرح بہکا۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ابوذر روای حدیث میں اوپر گذرا۔ عربی میں ہر سرکش شریک کو شیطان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے سیاہ رنگ کے کتے کو شیطان فرمایا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں شیطان ہے واللہ اعلم۔ مجاہد فرماتے ہیں کفار جن کفار انسانوں کے کانوں میں صور پھونکتے رہتے ہیں۔ عکرمہ فرماتے ہیں میں مختار ابن ابی عبید کے پاس گیا اس نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی اپنے ہاں مہمان بنا کر ٹھہرایا رات کو بھی شاید اپنے ہاں سلا تالیکن مجھ سے اس نے کہا کہ جاؤ لوگوں کو کچھ سناؤ میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا آپ وحی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا وحی کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کی طرف سے جیسے فرمان ہے بِمَاءٍ أَوْ حِينًا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنُ اور دوسری وحی شیطانی جیسے فرمان ہے شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ اِحْتِاسْتِ هِيَ لَوْگ میرے اوپر بل پڑے۔ قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیں میں نے کہا ارے بھائیو! یہ تم میرے ساتھ کیا کرنے لگے؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا اور میں تو تمہارا مہمان ہوں چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ اس کی بہن حضرت صفیہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور بڑی دیندار تھیں۔

جب حضرت عبداللہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ قرآن میں ہے وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِكُفْرًا كَبِيرًا اور لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ أَعْيُنِنَا ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ أَعْيُنِنَا ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ یعنی شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی لے جاتے ہیں۔ الغرض ایسے منکر سرکش جنات و انس آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے بازی کی باتیں سکھاتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور چاہت و مشیت ہے۔ وہ ان کی وجہ سے اپنے نبیوں کی اولوالعزمی اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے۔ تو ان کی عداوت کا خیال بھی نہ کر۔ ان کا جھوٹ تجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔ اسی پر توکل کر اور اپنے کام سے سوئپ کر بے فکر ہو جا۔ وہ تجھے کافی ہے اور وہی تیرا مددگار ہے۔ یہ لوگ جو اس طرح کی خرافات کرتے ہیں یہ محض اس لئے کہ بے ایمانوں کے دل ان کی نگاہیں اور ان کے کان ان کی طرف جھک جائیں۔ وہ ایسی باتوں کو پسند کریں۔ اس سے خوش ہو جائیں۔ پس ان کی باتیں وہی قبول کرتے ہیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ ایسے واصل جہنم ہونے والے بیکے ہوئے لوگ ہی ان کی فضول اور چکنی چڑی باتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر وہ کرتے ہیں جو ان کے قابل ہے۔

أَفَعَيَّرَ اللَّهُ أَبْتغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ
مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ
مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۗ وَتَمَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۗ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ۗ

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ اسی نے تفصیل وار کتاب نازل فرمائی ہے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بلاشبہ تیرے رب کی طرف سے ہی حق کے ساتھ اتاری گئی ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ○ تیرے رب کی بات صداقت و عدالت کے ساتھ کامل ہوگی۔ اس کی باتوں کا بدلے والا کوئی نہیں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ○

اللہ کے فیصلے اٹل ہیں: ☆ ☆ (۱۱۴-۱۱۵) حکم ہوتا ہے کہ مشرک جو کہ اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کر رہے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ کیا میں آپس میں فیصلہ کرنے والا ہوں؟ اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو تلاش کروں؟ اسی نے صاف کھلے فیصلے کرنے والی کتاب نازل فرمادی ہے۔ یہود و نصاریٰ جو صاحب کتاب ہیں اور جن کے پاس اگلے نبیوں کی بشارتیں ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے۔ تجھے شکلی لوگوں میں نہ ملنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے فَإِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْحَقِّ، یعنی ہم نے جو کچھ وحی تیری طرف اتاری ہے اگر تجھے اس میں شک ہو تو جو لوگ اگلی کتابیں پڑھتے ہیں تو ان سے پوچھ لے۔ یقین مان کہ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف حق اتر چکا ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں نہ ہو۔ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اسی لئے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا نہ میں شک کروں نہ کسی سے سوال کروں۔ تیرے رب کی باتیں صداقت میں پوری ہیں۔ اس کا ہر حکم عدل ہے۔ وہ اپنے حکم میں بھی عادل ہے اور خبروں میں صادق ہے اور یہ خبر صداقت پر مبنی ہے۔ جو خبریں اس نے دی ہیں وہ بلاشبہ درست ہیں اور جو حکم فرمایا ہے

وہ سراسر عدل ہے۔ اور جس چیز سے روکا وہ یکسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ جس چیز سے روکتا ہے وہ برائی والی ہی ہوتی ہے۔ جیسے فرمان ہے
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَمَا عَلَّمَ رَبَّهُمْ إِنَّهُمْ ظَالِمُونَ
فرمان کو بدل سکے۔ اس کے حکم اٹل ہیں۔ دنیا میں کیا اور آخرت میں کیا، اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس کا تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی حرکات و سکنات کو بخوبی جانتا ہے۔ ہر عامل کو اس کے برے بھلے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

وَإِنْ تَطَعْتَ أَكْثَرَ مِنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۷﴾

دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے کہے پر چلے تو وہ تجھے راہ اللہ سے بھٹکا دیں۔ وہ تو صرف گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اٹکل بچہ باتیں ہی بتاتے ہیں۔ تیرا رب ہی انہیں بخوبی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جو راہ راست پر ہیں انہیں بھی وہی خوب جانتا ہے ○

بیکار خیالوں میں گرفتار لوگ ☆ ☆ (آیت: ۱۱۶-۱۱۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اکثر لوگ دنیا میں گمراہ کن ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے
وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ وَأَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ كَوْتُو حُرْمٍ كَرِيهٍ لِيَكُنَ لَكُمْ آيَاتٍ وَمَا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِهِ
ایمان لانے والے نہیں۔ پھر یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھی کسی یقین پر نہیں، صرف باطل گمان اور بیکار خیالوں کا شکار ہیں۔ اندازے سے باتیں بنا لیتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ خیالات کے پیرو ہیں۔ تو ہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں یہ سب مشیت الہی ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ان پر گمراہیاں آسان کر دیتا ہے۔ وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی واقف ہے اور انہیں ہدایت آسان کر دیتا ہے۔ ہر شخص پر وہی کام آسان ہوتے ہیں جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۗ وَمَا لَكُمْ إِلَّا تَاكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۗ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَثَرِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْأَثَرَ سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۸﴾

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھالیا کرو اگر تم اس کی آجتوں پر ایمان رکھنے والے ہو ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اسے نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو چیزیں تم

پر حرام کی گئی ہیں وہ کھول کھول کر بیان ہو چکی ہیں بجز اس حالت کے کہ تم ان چیزوں کی طرف بے بس کر دیے جاؤ۔ اکثر لوگ صرف اپنی خواہشوں کی بنا پر بغیر علم کے دوسروں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ ہر ایک حد سے تجاوز کرنے والے کو اللہ بخوبی جانتا ہے ○ کھلے چھپے ہر قسم کے گناہ چھوڑ دو۔ گنہگاریاں کرنے والوں کو ان کی کی گنہگار یوں کی سزا یقیناً دی جائے گی ○

صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال باقی سب حرام: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) حکم بیان ہو رہا ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے کھالیا کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا مباح نہیں۔ جیسے مشرکین از خود مریا ہو اور جانور ہوں اور تھالوں پر ذبح کیا ہو جانور کھالیا کرتے تھے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جن حلال جانوروں کو شریعت کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے اس کے کھانے میں حرج سمجھا جائے بالخصوص اس وقت کہ ہر حرام جانور کا بیان کھول کھول کر کر دیا گیا ہے۔ فصل کی دوسری قرات فصل ہے وہ حرام جانور کھانے ممنوع ہیں سوائے مجبوری اور سخت بے بسی کے کہ اس وقت جو ل جائے اس کے کھالینے کی اجازت ہے۔ پھر کافروں کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ مردار جانور کو اور ان جانوروں کو جن پر اللہ کے سوا دوسروں کے نام لئے گئے ہوں حلال جانتے تھے۔ یہ لوگ بلا علم صرف خواہش پرستی کر کے دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ ایسوں کی افترا پر دازی دروغ بانی اور زیادتی کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔

(آیت: ۱۲۰) ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کر دو۔ چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر ہر گناہ کو چھوڑ دو۔ نہ کھلی بدکار عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو۔ کھلم کھلا ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ غرض ہر گناہ سے دور رہو۔ کیونکہ ہر بدکاری کا برابر بدلہ ہے۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جو تیرے دل میں کھلے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

وَلَا تَاكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخَذَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾

جس پر نام اللہ نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔ اس کا کھانا کھلی نافرمانی ہے۔ شیطان اپنے ذہب کے لوگوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے کج بگٹی کریں۔ اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو تمہارے بھی مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں ○

سدھائے ہوئے کتوں کا شکار: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۱) یہی آیت ہے جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ گو کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو لیکن اگر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا تو اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک تو وہی جو مذکور ہوا۔ خواہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا ہو یا بھول کر۔ اس کی دلیل آیت فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ہے یعنی جس شکار کو تمہارے شکاری کتے روک رکھیں تم اسے کھا لو اور اللہ کا نام اس پر لو۔ اس آیت میں اسی کی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کھلی نافرمانی ہے یعنی اس کا کھانا۔ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ احادیث میں بھی شکار کے اور ذبیحہ کے متعلق حکم وارد ہوا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں: جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو اللہ کا نام لے کر چھوڑے جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑ کر روک لے تو اسے کھالے۔ اور حدیث میں ہے: جو چیز خون بہا دے

اور اللہ کا نام بھی اس پر لیا گیا ہو اسے کھالیا کرو۔ جنوں سے حضورؐ نے فرمایا تھا تمہارے لئے ہر وہ بڑی غذا ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ عید کی قربانی کے متعلق آپؐ کا ارشاد مروی ہے کہ جس نے نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر لیا وہ اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کر لے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھے پھر اللہ کا نام لے کر اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کرے۔ چند لوگوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ بعض نو مسلم ہمیں گوشت دیتے ہیں۔ کیا خیر انہوں نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام بھی لیا یا نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا تم ان پر اللہ کا نام لاؤ اور کھاؤ۔

الغرض اس حدیث سے بھی یہ مذہب قوی ہوتا ہے کیونکہ صحابہؓ نے بھی سمجھا کہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور یہ لوگ احکام اسلام سے صحیح طور پر واقف نہیں۔ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ کیا خیر اللہ کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں؟ تو حضورؐ نے انہیں بطور مزید احتیاط فرمادیا کہ تم خود اللہ کا نام لے لو تاکہ بالفرض انہوں نے نہ بھی لیا ہو تو یہ اس کا بدلہ ہو جائے۔ ورنہ ہر مسلمان پر ظاہراً حسن ظن ہی ہوگا۔ دوسرا قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بوقت ذبح بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر چھوٹ جائے گو وہ عمدہ ہو یا بھول کر کوئی حرج نہیں۔ اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ فسق ہے اس کا مطلب یہ لوگ یہ لیتے ہیں کہ اس سے مراد غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور ہے جیسے اور آیت میں ہے **أَوْ فَسَقًا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ يَقُولُ عَطَانَ** جانوروں سے روکا گیا ہے جنہیں کفار اپنے معبودوں کے نام ذبح کرتے تھے اور مجوسیوں کے ذبیحہ سے بھی ممانعت کی گئی۔ اس کا جواب بعض متاخرین نے یہ بھی دیا ہے کہ **وَإِنَّكَ لَتَرَى أَنَّ** (سورۃ انعام - ۱۲۱) میں واو حالیہ ہے تو فسق اسی وقت ہوگا جب اسے غیر اللہ کے نام کا مان لیں اور یہ واو عطف کا ہو نہیں سکتا ورنہ اس سے جملہ اسمیہ جریہ کا عطف جملہ فعلیہ حالیہ پر لازم آئے گا۔ لیکن یہ دلیل اس کے بعد کے جملے **وَإِنَّ الشَّيْطَانِينَ** سے ہی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ وہ تو یقیناً عاطفہ جملہ ہے۔ تو جس اگلے واو کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملے کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے حالیہ جملے پر عطف ڈالا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے تھے وہی ان پر پڑے گا۔ ہاں اگر اس واو کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض ہٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ کا قول ہے مراد اس سے مردار جانور ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابو داؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہو سکتی ہے جس میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھالیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپؐ نے اجازت دی۔ تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہو تا تو حضورؐ تحقیق کرنے کا حکم دیتے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر قصد انہیں کہی تو حلال نہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے اس بات پر اجماع تھا کہ جس ذبیحہ پر عمدہ بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے۔ اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کا یہ قول محض غلط ہے۔ امام شافعیؒ سے پہلے بھی بہت سے ائمہ اس کے خلاف تھے۔ چنانچہ اوپر جو دوسرا مذہب بیان ہوا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے یہ امام شافعیؒ کا ان کے سب ساتھیوں کا اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا اور امام مالکؒ کا اور اشہب بن عبد العزیز کا مذہب ہے اور یہی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عطاء بن ابی رباحؓ کا اس سے اختلاف ہے۔ پھر اجماع کا دعویٰ کرنا کیسے درست ہو

سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، 'مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔ یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبد اللہ خزومی کی ہے۔ ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبد اللہ بن زبیر حمیری اسے عبد اللہ بن عباسؓ سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شععی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب خلط ملط ہو گئے ہیں۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو۔ پھر محمد بن سیرینؒ سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا، 'جن پر اللہ کا ذکر نام نہیں کیا گیا، انہیں نہ کھاؤ۔ اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرما دیا ہے۔ لیکن اس میں ضعف ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتائیے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا، اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مروان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے آئمہ نے جرح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے۔ بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا (واللہ اعلم مترجم) عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثنا کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہو احوال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے۔ تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان اپنے لیوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا، وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا۔ اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرتؐ کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر ایک آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ لیکن ہے یہ قصہ غور طلب۔ اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے

دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی ہے طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھا لو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت ﷺ سے وہ بھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرہا ہو جانور۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں۔ اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں۔

پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت کی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ مشرکین قریش فارسیوں سے خط و کتابت کر رہے تھے اور رومیوں کے خلاف انہیں مشورے اور امداد پہنچاتے تھے اور فارسی قریشیوں سے خط و کتابت رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے خلاف انہیں اکساتے اور ان کی امداد کرتے تھے۔ اسی میں انہوں نے مشرکین کی طرف یہ اعتراض بھی بھیجا تھا اور مشرکین نے صحابہؓ سے یہی اعتراض کیا اور بعض صحابہؓ کے دل میں بھی یہ بات کھٹکی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پھر فرمایا اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے کہ تم نے اللہ کی شریعت اور فرمان کے خلاف دوسرے کی مان لی اور یہی شرک ہے کہ اللہ کے قول کے مقابل دوسرے کا قول مان لیا چنانچہ قرآن کریم میں ہے اَتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو الہ بنا لیا ہے۔ ترمذی میں ہے کہ جب حضرت عدی بن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تو آپ نے فرمایا انہوں نے حرام کو حلال کہا اور حلال کو حرام کہا اور انہوں نے ان کا کہنا مانا۔ یہی عبادت ہے۔

اَوْ مَنْ كَانَ مِيْتًا فَاحْيَيْنَهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي
النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

کیا ایک وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے ایک نور عطا فرمایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے، مثل اس شخص کے ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ اندھیریوں میں گھرا ہوا ہو جس سے نکل نہیں سکتا۔ ٹھیک اسی طرح کافروں کے لئے ان کے اعمال خوبصورت کر دیئے گئے ہیں ○

مومن اور کافر کا تقابلی جائزہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۳) مومن اور کافر کی مثال بیان ہو رہی ہے۔ ایک تو وہ جو پہلے مردہ تھا یعنی کفر و گمراہی کی حالت میں حیران و سرگشتہ تھا۔ اللہ نے اسے زندہ کیا، ایمان و ہدایت بخشی۔ اتباع رسول کا چسکا دیا۔ قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسلام کی نورانیت اس کے دل میں رچ گئی ہے دوسرا وہ جو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے جو ان میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم و کافر میں بھی تفاوت ہے۔ نور و ظلمت کا فرق اور ایمان و کفر کا فرق ظاہر ہے اور آیت میں ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰھِ الْاِيْمَانِ دَارُوْنَ كَاوِلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔ یہ ابدی جہنمی ہیں۔

اور آیت میں ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهِۦٓ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ خَبِيْثًا قَامِتًا وَالَّذِيْ هُوَ مُسِيْمًا عَلٰی سَيْدِيْهِ قَامِتًا وَالَّذِيْ هُوَ مُسِيْمًا عَلٰی سَيْدِيْهِ قَامِتًا وَالَّذِيْ هُوَ مُسِيْمًا عَلٰی سَيْدِيْهِ قَامِتًا

راہ چلنے والا کیا برابر ہے؟ اور آیت میں ہے ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور سننے دیکھنے کی طرح ہے کہ دونوں میں فرق نمایاں ہے انفسوس پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے اور جگہ فرمان ہے اندھا اور بینا، اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ، زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ جسے چاہے سنا دے لیکن تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ اس سورت کے شروع میں ظلمات اور نور کا ذکر تھا۔ اسی مناسبت سے یہاں بھی مومن اور کافر کی یہی مثال بیان فرمائی گئی۔

بعض کہتے ہیں، مراد اس سے وہ خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے۔ اللہ نے انہیں اسلامی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے لے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے۔ ہر مومن اور کافر کی مثال ہے۔ کافروں کی نگاہ میں ان کی اپنی جہالت و ضلالت اسی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہے کہ وہ اپنی برائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور ان پر ڈالا جسے اس نور کا حصہ ملا اس نے دنیا میں آ کر راہ پائی اور جو وہاں محروم رہا، وہ یہاں بھی بہکا ہی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جیسے فرمان ہے اندھا اور دیکھتا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مَّجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۳۳﴾ وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلَ اللَّهِ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۱۳۴﴾

اسی طرح ہم نے ہر شہر میں وہاں کے فاسق رئیسوں کو پیدا کر دیا ہے کہ وہ وہاں فساد مچاتے رہیں۔ دراصل یہ اپنے ہی حق میں فتنہ انگیزیاں کر رہے ہیں لیکن ہم بھی بے سمجھ ہیں ان کے پاس جب کبھی کوئی نشانی پہنچتی ہے کہہ دیتے ہیں کہ جب تک خود ہمیں اسی جیسا نہ دیا جائے جو اللہ کے نبیوں کو دیا گیا ہے، ہم ہرگز نہیں ماننے کے۔ اپنی پیغمبری کے لائق جگہ کا زیادہ جاننے والا اللہ ہی ہے۔ ان گنہگاروں کو ابھی ہی اللہ کے پاس کی ذلت اور بڑے بھاری عذاب ان کے فتنہ انگیز یوں کے بدلے ہوں گے ○

بستیوں کے رئیس گمراہ ہو جائیں تو تباہی کی علامت ہوتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۳-۱۲۴) ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی ان کفار کو ہوشیار کرتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس بستی میں رؤسائے کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں اس طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اس کی بستی میں کفر کے ستون اور مرکز رہے ہیں لیکن آخر کار وہ عارت اور تباہ ہوتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ نبیوں کا ہی اچھا ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا کہ ہر نبی کے دشمن ان کے زمانے کے گنہگار رہے۔ اور آیت میں ہے ہم جب کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے رئیسوں کو کچھ حکم احکام دیتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں۔ پس اطاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں۔ وہاں کے شریر لوگ اوج پر آ جاتے ہیں پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا ان مٹ لکھا سامنے آ جاتا ہے۔

چنانچہ اور آیتوں میں ہے کہ جہاں کہیں کوئی پیغمبر آیا وہاں کے رئیسوں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ ہم تمہاری رسالت کے منکر ہیں۔ مال میں اولاد میں ہم تم سے زیادہ ہیں اور ہم اسے بھی مانتے نہیں کہ ہمیں سزا ہو اور آیت میں ہے کہ ہم نے جس بستی میں جس رسول کو بھیجا وہاں کے بڑے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے بڑوں کو پایا ہے ہم تو اسی پر چلے چلیں گے۔ مکر سے مراد مگر اہی کی طرف بلانا ہے اور اپنی چکنی چیزیں باتوں میں لوگوں کو پھنسانا ہے جیسے کہ قوم نوح کے بارے میں ہے وَمَكْرُؤًا مَكْرًا كُبَّارًا اقیامت کے دن بھی جبکہ یہ ظالم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے، چھوٹے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے ہم تو مسلمان ہو جاتے، وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تمہیں ہدایت سے کب روکا تھا؟ تم تو خود گنہگار تھے۔ یہ کہیں گے تمہاری دن رات کی فتنہ انگیزیوں نے اور کفر و شرک کی دعوت نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ مکر کے معنی حضرت سفیان نے ہر جگہ عمل کے کئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کے مکر کا وبال انہی پر پڑے گا لیکن انہیں اس کا شعور نہیں۔ جن لوگوں کو انہوں نے بہکایا ان کا وبال بھی انہیں کے دوش پر ہوگا جیسے فرمان ہے وَلِيَحْمِلُنَّ اَنْقَالَهُمْ مَّعَ اَنْقَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی ڈھوسیں گے۔ جن کو بے عملی کے ساتھ انہوں نے بہا کیا تھا۔ جب کوئی نشان اور دلیل دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جب تک اللہ کا پیغام فرشتے کی معرفت خود ہمیں نہ آئے ہم تو باور کرنے والے نہیں۔ کہا کرتے تھے کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے؟ اللہ ہمیں اپنا دیدار کیوں نہیں دکھاتا؟ حالانکہ رسالت کے مستحق کی اصلی جگہ کو اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے رئیس پر یہ قرآن کیوں نہیں اترا؟ جس کے جواب میں اللہ عزوجل نے فرمایا، کیا تیرے رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے وہ ہیں؟ پس کے یا طائف کے کسی رئیس پر قرآن کے نازل نہ ہونے سے وہ آنحضرت کی تحقیر کا ارادہ کرتے تھے اور یہ صرف ضد اور تکبر کی بنا پر تھا۔

جیسے فرمان ہے کہ تجھے دیکھتے ہی یہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ یہ لوگ ذکرِ رحمن کے منکر ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اچھا یہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنا رسول بنایا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسخروں کا مسخر اپنی پرالٹا پڑا۔ انہیں ماننا ہی پڑا تھا کہ آپ شریف النسب ہیں۔ آپ سچے اور امین ہیں۔ یہاں تک کہ نبوت سے پہلے قوم کی طرف سے آپ کو امین کا خطاب ملا تھا۔ ابوسفیان جیسے ان کا قریشیوں کے سردار نے بھی دربار ہرقل میں بھی حضور کے عالی نسب ہونے اور سچے ہونے کی شہادت دی تھی۔ جس سے شاہ روم نے حضور کی صداقت، طہارت، نبوت وغیرہ کو مان لیا تھا۔ مسند کی حدیث میں ہے حضور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو پسند فرمایا۔ اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ کو پسند فرمایا۔ بنو کنانہ سے قریش کو قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے۔ فرمان ہے کہ یکے بعد دیگرے قرونوں میں سے سب سے بہتر زمانے میں پیغمبر بنایا گیا۔ ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کہی ہوئی باتیں پہنچیں تو آپ ممبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے۔ مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں جو بہتر حصہ تھا اس میں کیا پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر جب گھرداریوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا۔ پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت جبریل نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا (حاکم بیہقی) مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پایا۔ پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسول پائے۔ پس حضور کو اپنا خاص چیدہ رسول بنایا اور اصحاب کو آپ کا وزیر بنایا جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ پس یہ

مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ وحدہ لا شریک کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مسجد کے دروازے سے آتا ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا 'یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم ﷺ کے چچا کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو ان کے منہ سے بے ساختہ یہ آیت نکلے کہ نبوت کی جگہ کو اللہ ہی بخوبی جانتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ اس عظیم الشان نبی کی نبوت میں شک و شبہ کر رہے ہیں اطاعت سے منہ پھیر رہے ہیں انہیں اللہ کے سامنے قیامت کے دن بڑی ذلت اٹھانی پڑے گی۔ دنیا کے تکبر کی سزا خوری کی صورت میں انہیں ملے گی جو ان پر دائمی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ جو لوگ میری عبادت سے جی چراتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ انہیں ان کے کمر کی سزا اور سخت سزا ملے گی۔ چونکہ مکاروں کی چالیں خفیہ اور ہلکی ہوتی ہیں اس کے بدلے میں عذاب علانیہ اور سخت ہوں گے۔ یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ ان کا پورا بدلہ ہے۔ اس دن ساری چھپی عیاریاں کھل جائیں گی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر بد عہد کی راہوں کے پاس قیامت کے دن ایک جھنڈا لہراتا ہوگا اور اعلان ہوتا ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عداوتی ہے پس اس دنیا کی پوشیدگی اس طرح قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ اللہ ہمیں بجائے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

جس کی ہدایت کا ارادہ اللہ کا ہوتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اتنا بچھا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے کہ گویا اسے آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پھنکار اور نجاست ڈال دیتا ہے جو یقین نہیں کرتے ○

جس پر اللہ کا کرم اس پر راہ ہدایت آسان ☆ ☆ (آیت: ۱۲۵) اللہ کا ارادہ جسے ہدایت کرنے کا ہوتا ہے اس پر نیکی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے اَمَّنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ اِنَّ لِعِندِ اللّٰهِ لَكُلِّ شَيْءٍ حَسَبًا ۝۱۲۵ یعنی اللہ ان کے سینے کو اسلام کی طرف کھول دیتا ہے اور انہیں اپنا نور عطا فرماتا ہے۔ اور آیت میں ہے فَرَمَايَا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ لِّعَالَمِينَ تمہارے دلوں نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی۔ اور اسے تمہارے دلوں کو زینت دار بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں کراہیت ڈال دی۔ یہی لوگ راہ یافتہ اور نیک بخت ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا دل ایمان و توحید کی طرف کشادہ ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ دانا کون سا مومن ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا اور سب سے زیادہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاریاں کرنے والا۔ حضورؐ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ اس کے دل میں ایک نور ڈال دیا جاتا ہے جس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کی نشانی دریافت کی تو فرمایا جنت کی طرف جھکتا اور اس کی جانب رغبت کامل رکھتا اور دنیا کے فریب سے بھاگتا اور الگ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے تیاریاں کرنا ضعیفاً کی ایک قرأت ضعیفاً بھی ہے۔ حَرَجًا کی دوسری حَرَجًا جا بھی ہے یعنی گنہگار۔ یادوں کے ایک ہی معنی یعنی تنگ جو ہدایت کے لئے نہ کھلے اور ایمان اس میں جگہ نہ پائے۔ ایک مرتبہ ایک بادیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرجہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس

نقوچروا ہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی منافق کا دل ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی جگہ پاتی ہی نہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے اسے سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے۔ خود قرآن میں ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ اللہ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا شکی دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اسے لالہ الا اللہ کا اقرار ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ جیسی کسی پر آسمان کی چڑھائی مشکل ہو۔ جیسے وہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح توحید و ایمان بھی اس کے قبضے سے باہر ہیں۔ پس مردہ دل والے کبھی بھی اسلام قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بے ایمانوں پر شیطان مقرر کر دیتا ہے جو انہیں بہکاتے رہتے ہیں اور خیر سے ان کے دل کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ نحوست ان پر برستی رہتی ہے اور عذاب ان پر اتر آتے ہیں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَكِّرُونَ
لَهُمْ دَارَ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

تیرے رب کی سیدھی راہ یہی ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے تو ہم اپنی آیتیں تفصیل وار بیان کر چکے ہیں ○ ان کے لئے ان کے رب کے ہاں امن و امان کا گھر ہے۔ وہی ان کا کارساز ہے بہ سبب ان اعمال کے جو وہ کرتے رہے ○

قرآن حکیم ہی صراط مستقیم کی تشریح ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲۶-۱۲۷) مگر اہوں کا طریقہ بیان فرما کر اپنے اس دین حق کی نسبت فرماتا ہے کہ سیدھی اور صاف راہ جو بے روک اللہ کی طرف پہنچا دے یہی ہے۔ مُسْتَقِيمًا کا نصب حالت کی وجہ سے ہے۔ پس شرع محمدی کلام باری تعالیٰ ہی راہ راست ہے چنانچہ حدیث میں بھی قرآن کی صفت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی سیدھی راہ اللہ کی مضبوطی اور حکمت والا ذکر یہی ہے (ملاحظہ ہو ترمذی مسند وغیرہ) جنہیں اللہ کی جانب سے عقل و فہم و عمل دیا گیا ہے ان کے سامنے تو وضاحت کے ساتھ اللہ کی آیتیں آچھیں۔ ان ایمانداروں کے لئے اللہ کے ہاں جنت ہے۔ جیسے کہ یہ سلامتی کی راہ یہاں چلے ویسے ہی قیامت کے دن سلامتی کا گھر انہیں ملے گا۔ وہی سلامتیوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا کارساز اور دلی دوست ہے۔ حافظ و ناصر مود و مولیٰ ان کا وہی ہے۔ ان کے نیک اعمال کا بدلہ یہ پاک گھر ہوگا جہاں بیٹگی ہے اور یکسر راحت و اطمینان سرد اور خوشی ہی خوشی ہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَمَعُ شَرِّ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ
وَقَالَ اَوْلِيُوهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا
اَجَلَنَا الَّذِيْ اَجَلْتَ لَنَا الَّذِيْ اَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ
مَثْوَاكُمْ خَلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا اِيْمًا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنو! تم نے بنی آدم میں سے اپنی جماعت بہت بڑی کر لی تھی۔ ان کے دوست انسان کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایک دوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کر دیا تھا اس وعدے تک ہم پہنچ گئے۔ فرمائے گا تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ آگے جو اللہ کی مرضی تیرا رب حکمت و علم والا ہے ○ اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں بہ سبب اس کے جو وہ کرتے رہے ○

یوم حشر: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۸) وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ جنات، انسان، عابد، معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جنات سے ارشاد ہوگا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور غلایا۔ انسانوں کو یاد دلا یا جائے گا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ میری ہی عبادت کرتے رہنا۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا اور شیطانی راگ میں آگئے۔ اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جو مسافر کہیں اترا تا تو کہتا کہ اس وادی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔ انسانوں سے جنات کو بھی فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سردار سمجھنے لگے تھے۔ موت کے وقت تک یہی حالت رہی۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ہی جہنم میں جاؤ۔ وہیں ہمیشہ پڑے رہنا۔ یہ استثناء جو ہے وہ راجع ہے برزخ کی طرف۔ بعض کہتے ہیں دنیا کی مدت کی طرف۔ اس کا پورا بیان سورہ ہود کی آیت خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ الخ کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی کسی کے لئے جنت دوزخ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ سب مشیت رب پر موقوف ہے۔

ہم مزاج ہی دوست ہوتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۹) لوگوں کی دوستیاں اعمال پر ہوتی ہیں۔ مومن کا دل مومن سے ہی لگتا ہے گو وہ کہیں کا ہو اور کیسا ہی ہو اور کافر کا فر بھی ایک ہی ہیں وہ مختلف ممالک اور مختلف ذات پات کے ہوں۔ ایمان تمناؤں اور ظاہر داریوں کا نام نہیں۔ اس مطلب کے علاوہ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام کفار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے زبور میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں منافقوں سے انتقام منافقوں کے ساتھ ہی لوں گا۔ پھر سب سے ہی انتقام لوں گا۔ اس کی تصدیق قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ہم ولی بنائیں گے بعض ظالموں کو بعض ظالموں کا یعنی ظالم جن اور ظالم انس۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يُعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ تِلَاوَتِ كِي اور فرمایا کہ ہم سرکش جنوں کو سرکش انسانوں پر مسلط کر دیں گے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے جو ظالم کی مدد کرے گا اللہ اسی کو اس پر مسلط کر دے گا۔ کسی شاعر کا قول ہے

وما من يدا لا يد الله فوقها وما ظالم الا سيلى بظالم

یعنی ہر ہاتھ ہر طاقت پر اللہ کا ہاتھ اور اللہ کی طاقت بالا ہے اور ہر ظالم دوسرے ظالم کے بچے میں چھنے والا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے جس طرح ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان بہکانے والے جنوں کو بنا دیا اسی طرح ظالموں کے بعض کو بعض کا ولی بنا دیتے ہیں اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلا دیتے ہیں۔

يَمْعَشَرِ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ

الَّتِي وَبَيِّنَاتٍ لِّقَاءِ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ

أَنفُسِنَا وَغَرَّبَتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

كٰفِرِينَ ﴿١٥﴾

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے میری آیتیں تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی

ملاقات سے ہوشیار کر رہے تھے۔ سب کہیں گے کہ ہاں ہم خود اپنے اوپر گواہ ہیں۔ انہیں حیات دینا نہ دھوکے میں ڈال دیا اور اپنے کافر ہونے کی گواہی خود انہوں نے ہی دے دی ○

جن اور انسان اور پاداش عمل: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۰) یہ اور سرزنش اور ڈانٹ اور ڈپٹ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں کو ہوگی۔ ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم میں سے ہی تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے رسول نہیں آئے تھے۔ یہ یاد رہے کہ رسول کل کے کل انسان ہی تھے۔ کوئی جن رسول نہیں ہوا۔ ائمہ سلف خلف کا مذہب یہی ہے۔ جنات میں نیک لوگ جنوں کو نیکی کی تعلیم کرتے تھے۔ بدی سے روکتے تھے لیکن رسول صرف انسانوں میں سے ہی آتے رہے۔ شحاک بن مزاحم سے ایک روایت مروی ہے کہ جنات میں بھی رسول ہوتے ہیں اور ان کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے۔ سو یہ کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اس میں صراحت نہیں اور یہ آیت تو بالکل ویسی ہی جیسے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ اِلْح سے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ اِلْح تک کی آیتیں۔ صاف ظاہر ہے کہ موتی مرجان صرف کھاری پانی کے سمندروں میں نکلتے ہیں۔ بیٹھے پانی سے نہیں نکلتے لیکن ان آیتوں میں دونوں قسم کے سمندروں میں سے موتیوں کا نکلنا پایا جاتا ہے کہ ان کی جنس میں سے مراد یہی ہے۔

اس طرح اس آیت میں مراد جنوں انسانوں کی جنس میں سے ہے نہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں سے اور رسولوں کے صرف انسان ہی ہونے کی دلیل اِنَّا اَوْ حَيْنَا اِلَيْكَ سے بَعْدَ الرُّسُلِ تک کی آیتیں اور وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبِ پس ثابت ہوتا ہے کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا انحصار آپ ہی کی اولاد میں ہو رہا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس انوکھی بات کا قائل ایک بھی نہیں کہ آپ سے پہلے نبی ہوتے تھے اور پھر ان میں سے نبوت چھین لی گئی۔

اور آیت اس سے بھی صاف ہے۔ فرمان ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اَنَّهُمْ لِيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْسُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ اور آیت میں ہے اور اس نے یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرْاٰی یعنی تجھ سے پہلے ہم نے مردوں کو ہی بھیجا ہے جو شہروں کے ہی تھے جن کی طرف ہم نے اپنی وحی نازل فرمائی تھی۔ چنانچہ جنات کا یہی قول قرآن میں موجود ہے وَاذْصُرْفَنَّا اِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلْح جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف پھیرا جو قرآن سنتے رہے۔ جب سن چکے تو واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم نے موسیٰ کے بعد کی نازل شدہ کتاب سنی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہ حق دکھاتی ہے اور صراط مستقیم کی رہبری کرتی ہے۔ پس تم سب اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی مانو اور اس پر ایمان لاؤ تا کہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخشے اور تمہیں المناک عذابوں سے بچائے۔ اللہ کی طرف سے جو پکارنے والا ہے اس کی نہ ماننے والے اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ اس کے سوا اپنا کوئی اور کارساز اور والی پا سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر جنات کو رسول اللہ ﷺ نے سورہ الرحمن پڑھ کر سنائی تھی جس میں ایک آیت سَنَفْرُغُ لَكُمْ اِيَّهِنَّ الثَّقَلَيْنِ اِلْح ہے یعنی اے جنو انسانو ہم صرف تمہاری ہی طرف تمام تر توجہ کرنے کے لئے عنقریب فارغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلا رہے ہو؟ الغرض انسانوں اور جنوں کو اس آیت میں نبیوں کے ان میں سے بھیجے میں بطور خطاب کے شامل کر لیا ہے ورنہ رسول سب انسان ہی ہوتے ہیں۔ نبیوں کا کام یہی رہا کہ وہ اللہ کی آیتیں سنائیں اور قیامت کے دن سے ڈرائیں۔ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہاں ہمیں اقرار ہے تیرے رسول ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے بھی متنبہ کر دیا

تھا۔ پھر جناب باری فرماتا ہے انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزاری۔ رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ معجزوں کی مخالفت کرتے رہے۔ دنیا کی آرائش پر جان دیتے رہ گئے۔ شہوت پرستی میں پڑے رہے۔ قیامت کے دن اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ ہاں بے شک ہم نے نبیوں کی نہیں مانی۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم

ذٰلِكَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهَلِّكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاهْلَهَا
غَفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَّلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا وَّمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

یہ اس لئے کہ تیرا رب ظلم کے ساتھ کسی نبی کو اس حال میں کہ وہ غافل ہوں ہلاک کرنے والا نہیں ○ ہر شخص کے لئے اس کے اعمال کے بدلے کے درجے ہیں۔ تیرا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ○

حجت تمام ☆ ☆ (آیت: ۱۳۱-۱۳۲) جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیج کر کتابیں اتار کر ان کے عذر ختم کر دیئے اس لئے کہ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ کسی بستی کے لوگوں کو اپنی منشا معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچائے بغیر بلا وجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے۔ فرماتا ہے وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو۔ اور آیت میں ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے۔ سورہ تبارک میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جا سکی تو وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس آگاہ کرنے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ اس آیت کے پہلے جملے کے ایک معنی امام ابن جریر نے اور بھی بیان کئے ہیں اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہیں۔ امام صاحب نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی بستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیج کر انہیں غفلت سے بیدار نہ کر دے۔ ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے۔ نیک نیکی کا اور بد بدی کا۔ خواہ انسان ہو خواہ جن ہو۔ بدکاروں کے جہنم میں درجے ان کی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں۔ جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ الہیہ سے روکتے ہیں انہیں عذاب پر عذاب ہوں گے اور ان کے فساد کا بدلہ ملے گا۔ ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تاکہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۗ اِنْ يَشَاءْ يَذْهَبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ
مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا اَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَةِ قَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ۗ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۗ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۗ مَنْ تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

تیرا رب بے نیاز اور رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنا دے جیسے کہ اس نے تمہیں دوسری قوموں کی نسل

سے پیدا کیا ہے ○ جو کچھ وعدے تمہیں دیئے جا رہے ہیں وہ قطعاً آنے والے ہیں۔ تم اللہ کو کسی بات پر عاجز نہیں کر سکتے ○ کہدے کہ اے لوگو تم سب اپنی جگہ عمل کئے جاؤ۔ میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ دارِ آخرت میں نیک انجام کس کا ہوتا ہے؟ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ بے انصاف کی طرح فلاح پانے والے نہیں ○

سب سے بے نیاز اللہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۳-۱۳۵) اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے، اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں۔ اسے کسی سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری مخلوق اپنے ہر حال میں اس کی محتاج ہے۔ وہ بڑی ہی رافت و رحمت والا ہے۔ رحم و کرم اس کی خاص صفتیں ہیں۔ جیسے فرمان ہے إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرءُوفٌ رَحِيمٌ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی اور لطف سے پیش آنے والا ہے۔ تم جو اس کی مخالفت کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں ایک آن میں غارت کر سکتا ہے اور تمہارے بعد ایسے لوگوں کو بسا سکتا ہے جو اس کی اطاعت کریں۔ یہ اس کی قدرت میں ہے۔ تم دیکھ لو اس نے آخر اوروں کے قائم مقام تمہیں بھی کیا ہے۔ ایک قرن کے بعد دوسرا قرن وہی لاتا ہے۔ ایک کو مار ڈالتا ہے دوسرے کو پیدا کر دیتا ہے۔ لانے لے جانے پر اسے مکمل قدرت ہے جیسے فرمان ہے اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دے اور دوسروں کو لے آئے۔ وہ اس پر قادر ہے۔ فرمان ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اللہ کے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔

اور فرمان ہے وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو۔ فرماتا ہے اگر تم نافرمان ہو گئے تو وہ تمہیں بدل کر اور قوم لائے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ ذریت سے مراد اصل و نسل ہے۔ اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ قیامت جنت دوزخ وغیرہ کے جو وعدے تم سے کئے جا رہے ہیں وہ یقیناً سچے ہیں اور یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارے اعادے پر قادر ہے۔ تم گل سر کمرٹی ہو جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں نئی پیدائش میں پیدا کرے گا۔ اس پر کوئی عمل مشکل نہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں! اے بنی آدم اگر تم میں عقل ہے تو اپنے تئیں مردوں میں شمار کرو۔ واللہ اللہ کی فرمائی ہوئی سب باتیں بے یقین ہونے والی ہیں، کوئی نہیں جو اللہ کے ارادے میں اسے ناکام کر دے۔ اس کی چاہت کو نہ ہونے دے۔ لوگو تم اپنی کرنی کئے جاؤ، میں اپنے طریقے پر قائم ہوں، ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر کون تھا؟ اور ضلالت پر کون تھا؟ کون نیک انجام ہوتا ہے اور کون گھٹنوں میں سر ڈال کر رہتا ہے۔ جیسے فرمایا بے ایمانوں سے کہہ دو کہ تم اپنے شغل میں رہو۔ میں بھی اپنے کام میں لگا ہوں۔ تم منتظر رہو ہم بھی انتظار میں ہیں۔ معلوم ہو جائے گا کہ انجام کے لحاظ سے کون اچھا رہا؟ یاد رکھو اللہ نے جو وعدے اپنے رسول سے کئے ہیں سب اٹل ہیں۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ نبی جس کا چہرہ چہرہ مخالف تھا، جس کا نام لینا دو بھر تھا جو یکہ و تہا تھا جو وطن سے نکال دیا گیا تھا، جس کی دشمنی ایک ایک کرتا تھا، اللہ نے اسے غلبہ دیا، لاکھوں دلوں پر اس کی حکومت ہو گئی، اس کی زندگی میں ہی تمام جزیرہ عرب کا وہ تنہا مالک بن گیا۔ یمن اور بحرین پر بھی اس کے سامنے اس کا جھنڈا اہرانے لگا۔ پھر اس کے جانشینوں نے دنیا کو کھنگال ڈالا۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے منہ پھیر دیئے، جہاں گئے غلبہ پایا۔ جدھر رخ کیا، فتح حاصل کی، یہی اللہ کا وعدہ تھا کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ مجھ سے زیادہ قوت و عزت کسی کی نہیں۔ فرما دیا تھا کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد فرمائیں گے۔

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ رسولوں کی طرف اس نے وحی بھیجی تھی کہ ہم ظالموں کو تہہ و بالا کر دیں گے اور ان کے بعد زمینوں کے سر تاج تمہیں بنا دیں گے کیونکہ تم مجھ سے اور میرے عذابوں سے ڈرنے والے ہو۔ وہ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ تم میں سے

ایمانداروں اور نیک کاروں کو میں زمین کا سلطان بنا دوں گا جیسے کہ پہلے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے دین میں مضبوطی اور کشائش دے گا۔ جس کے دین سے وہ خوش ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا۔ فَلَلهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّهُ اَوْلَا وَاٰخِرًا وَاظْهَرًا وَاَبْطَنًا۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَّآ مِنْ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنََهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ تعالیٰ نے جو بھتی اور چوپائے پیدا کئے ہیں اس میں سے کچھ حصہ تو وہ اللہ کا مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو اللہ کا ہے اپنے گمان سے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں کو پہنچ سکتا ہے۔ کیا یہی برا فیصلہ کرتے ہیں؟ اسی طرح اکثر مشرکوں کے لئے ان کے معبودوں نے اپنی اولادوں کو مار ڈالنا بھی بھلا کر دکھایا ہے تاکہ انہیں برباد کر دیں اور ان کے دین کو ان پر غلط ملط کر دیں اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس تو انہیں اور ان کی افتراء پر دازیوں کو چھوڑ دے ○

بدعت کا آغاز: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۶) مشرکین کی ایک نو ایجاد (بدعت) جو کفر و شرک کا ایک طریقہ تھی، بیان ہو رہی ہے کہ ہر چیز پیدا کی ہوئی تو ہماری ہے پھر یہ اس میں سے نذرانہ کا کچھ حصہ ہمارے نام کا ٹھہراتے ہیں اور کچھ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کا جنہیں وہ ہمارا شریک بنائے ہوئے ہیں اسی کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ کے نام کا ٹھہرا لیا ہوا نذرانہ بتوں کے نام والے میں مل گیا تو وہ تو بتوں کا ہو گیا لیکن اگر بتوں کے لئے ٹھہرائے ہوئے میں سے کچھ اللہ کے نام والے میں مل گیا تو اسے جھٹ سے نکال لیتے تھے۔ کوئی ذبیحہ اپنے معبودوں کے نام کا کریں تو بھول کر بھی اس پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ کیسی بری تقسیم کرتے ہیں۔ اولاً تو یہ تقسیم ہی جہالت کی علامت ہے کہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی اس کی ملکیت پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو نذر کرنے والے یہ کون؟ جو اللہ لا شریک ہے۔ انہیں اس کے شریک ٹھہرانے کا کیا مقصد؟ پھر اس ظلم کو دیکھو۔ اللہ کے حصے میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کا حصہ ہرگز اللہ کو نہ پہنچ سکے۔ یہ کیسے بدترین اصول ہیں۔ ایسی ہی غلطی یہ بھی تھی کہ اللہ کے لئے لڑکیاں اور اپنے لئے لڑکے اس کے بندوں کو اس کا جز ٹھہرا کر اپنے اوپر کفر اوڑھتے تھے۔ اتنا نہیں سوچتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکے تو تمہارے ہوں اور جن لڑکیوں سے تم بیزار وہ اللہ کی ہوں، کیسی بری تقسیم ہے۔ شیطان کے چیلے: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۷) جیسی کہ شیطانوں نے انہیں راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اللہ کے لئے خیرات کریں تو اپنے بزرگوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں۔ اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو بے وقوف کر دیں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسی کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر بنیں گے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی

اجنہ ہے۔ یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی ان کے لئے یہ نکتانہ تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی۔ قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ پر قتل کر دی گئیں۔ پس یہ سب دوسو سے شیطانی تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا۔ اگر وہ چاہتا تو مشرک ایسے کر سکتے۔ لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اس کی باز پرس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ پس اے نبی تم ان سے اور ان کی افترا پر دازی سے علیحدگی اختیار کر لو۔ اللہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

وَقَالُوا هَذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرِّثُ حِجْرًا لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَشَاءُ
بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتُرُونَ ﴿۵۵﴾
وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذِكُورِنَا وَّمُحَرَّمٌ عَلٰى
اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَكُنْ مِّمَّةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ
وَصَفَّهُمْ اِنَّهُ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۶﴾

کہتے ہیں کہ یہ جو پائے اور یہ کھتی اچھوتی ہے جسے صرف وہی کھا سکتے ہیں جنہیں ہم چاہیں۔ یہ سب ان کی انکل سے ہے اور کچھ مویشی ایسے بھی ہیں جن کی سواری لینا حرام کر دیا گیا ہے اور کچھ جو پائے ایسے بھی ہیں جن پر نام اللہ یہ لوگ نہیں لیتے۔ صرف اللہ پر افترا پر دازی کر کے ان کی افترا پر دازیوں کی سزا اللہ تعالیٰ عقرب دے گا ۵۵ کہا کرتے تھے کہ ان جو پاپوں کے پیٹ میں جو ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے ہی ہے اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے ہاں اگر وہ مرا ہوا نکلے تو اس میں وہ سب شریک ہیں ان کی اس غلط بیانی کی سزا انہیں ہوگی اللہ تعالیٰ حکمت و علم والا ہے ۵۶

اللہ کا مقرر کردہ راستہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۸) حِجْرُ کے معنی احرام کے ہیں۔ یہ طریقے شیطانی تھے۔ کوئی اللہ کا مقرر کردہ راستہ نہ تھا۔ اپنے معبودوں کے نام یہ چیزیں کر دیتے تھے۔ پھر جسے چاہتے کھلاتے۔ جیسے فرمان ہے قُلْ اَرَاۤءَ يَتَّبِعُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ اِلٰحًا ۚ ۱۰ یعنی بتلاؤ تو یہ اللہ کے دیئے رزق میں سے تم جو اپنے طور پر حلال حرام مقرر کر لیتے ہو اس کا حکم تمہیں اللہ نے دیا ہے یا تم نے خود ہی خود پر تراش لیا ہے؟ دوسری آیت میں صاف فرمایا مَا حَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ يٰۤاَكْفُرُوۡنَ كِيۤا نَادٰىنِ الْاَفْتِرَآءِ وَاَوْرَاجِ مِثْلِ الْاَفْتِرَآءِ ۚ ۱۱ یعنی بتلاؤ جانوروں کو اپنے معبود باطل کے نام پر داغ دیتے تھے۔ پھر ان سے سواری نہیں لیتے تھے۔ جب ان کے بچے ہوتے تھے تو انہیں ذبح کرتے تھے حج کے لئے بھی ان جانوروں پر سواری کرنا حرام جانتے تھے۔ یہ کسی کام میں ان کو لگاتے تھے نہ ان کا دودھ نکالتے تھے۔ پھر ان کاموں کو شرعی کام قرار دیتے تھے اور اللہ کا فرمان جانتے تھے۔ اللہ انہیں ان کے اس کروتوت کا اور بہتان بازی کا بدلہ دے گا۔

نذر نیاز: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۹) ابن عباسؓ فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن جو پاپوں کو وہ اپنے معبود ان باطل کے نام کر دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر نہ ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے۔ اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر پیٹ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد عورت سب کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا۔ شععی کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر وہ

جاتا تو گوشت مرد عورت سب کھاتے۔ ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا فلاح و نجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی۔ یہ اپنی مرضی سے کسی کو حلال کسی کو حرام کر لیتے تھے۔ پھر اسے رب کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل، کوئی قول، کوئی شرع، کوئی تقدیر بے حکمت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے بندوں کے خیر و شر سے دانائے اور انہیں بدلے دینے والا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا
مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرِ
مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ
وَالرُّمَانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا
أَثْمَرَ وَاتُّوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تَسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِينَ ۝

بیشک وہ لوگ بڑے ہی کھانے میں ہیں جو جہالت سے اپنی اولادوں کو مار ڈالتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی روزی کو اللہ پر جھوٹ افتر اباندھ کر حرام کر لیتے ہیں یقیناً یہ لوگ بہک گئے اور سیدھے راستے پر آنے والے بھی نہیں ۝ اسی نے باغات پیدا کئے ہیں وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے نہیں جاتے اور گھور کے درخت اور کھیتی جدا جدا ۱۱ اللہ کی چیزیں اور زیتون اور انار نار یکساں بھی اور جدا گانہ بھی ان کے میوے دار ہونے کے بعد تم ان کا میوہ کھاؤ اور اس کی زکوٰۃ اس کے کٹنے کے دن ہی ادا کیا کرو اور بے جا نہ اڑاؤ۔ فضول خرچ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا ۝

اولاد کے قاتل: ☆ ☆ (آیت: ۱۴۰) اولاد کے قاتل اللہ کے حلال کو حرام کرنے والے دونوں جہان کی بربادی اپنے اوپر لینے والے ہیں۔ دنیا کا گھانا تو ظاہر ہے۔ ان کے یہ دونوں کام خود نقصان پہنچانے والے ہیں بے اولاد یہ ہو جائیں گے۔ مال کا ایک حصہ ان کا تباہ ہو جائے گا۔ رہا آخرت کا نقصان سو چونکہ یہ مفتری ہیں، کذاب ہیں، وہاں کی بدترین جگہ انہیں ملے گی، عذابوں کے سزاوار ہوں گے جیسے فرمان ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے والے نجات سے محروم، کامیابی سے دور ہیں۔ یہ دنیا میں گو کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخرتو ہمارے بس میں آئیں گے۔ پھر تو ہم انہیں سخت تر عذاب چکھائیں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر تو اسلام سے پہلے کے عربوں کی بد خصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۃ النعام کی ایک سو تیس آیات کے بعد قد خسر الذین الخ، والی آیت پڑھو ① (بخاری کتاب مناقب قریش)

مسائل زکوٰۃ اور عشر مظاہر قدرت: ☆ ☆ (آیت: ۱۴۱) خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کھیتیاں، پھل، چوپائے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں۔ درخت بعض تو بیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ بعض کھڑے جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ۔

انگور کھجور یہ درخت تمہیں دیتے ہیں کہ تم کھاؤ، مزہ اٹھاؤ، لطف پاؤ۔ اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دو یعنی فرض زکوٰۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کرو۔ پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے۔ شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ویسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمان صادر فرمایا تھا کہ جس کی کھجوریں دس وقت سے زیادہ ہوں وہ چند خوشے مسجد میں لا کر لٹکا دے تاکہ مساکین کھالیں۔ یہ بھی مراد ہے کہ زکوٰۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتوں، باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو۔

مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انہیں کچھ دے دیا کرو۔ بالیس پک گئی ہیں پھل گدرا گئے ہوں اور کوئی محتاج شخص نکل آئے تو خاطر تواضع کرو۔ جس روز کاٹو، کچھ چھوڑ دو تاکہ مسکینوں کے کام آئے۔ ان کے جانوروں کا چارہ ہو۔ زکوٰۃ سے پہلے بھی حقداروں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہا کرو۔ پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوٰۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کر دی گئی لیکن اس سے نسخ نہ سمجھا جائے۔ پہلے کچھ دینا ہوتا تھا پھر مقدار مقرر کر دی گئی۔ زکوٰۃ کی مقدار سنہ ۲ ہجری میں مقرر ہوئی۔ واللہ اعلم۔ کھیتی کاٹنے وقت اور پھل اتارنے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی۔ سورہ کہف میں ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ان باغ والوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی آج کے پھل ہم اتار لیں گے اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ یہ ابھی رات کو بے خبری کی نیند میں ہی تھے وہاں آفت ناگہانی آگئی اور سارا باغ ایسا ہو گیا گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاستہ کر دیا گیا ہے۔ یہ صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور سے چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انہیں کچھ دینا پڑے۔ یہ اپنے دلوں میں یہی سوچتے ہوئے کہ ابھی پھل توڑ کر لائیں گے۔ بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا باغ تو خاک بنا ہوا ہے۔ اولاً تو کہنے لگے بھی ہم راستہ بھول گئے۔ کسی اور جگہ آ گئے۔ ہمارا باغ تو شام تک لہلہا رہا تھا۔

پھر کہنے لگے نہیں باغ تو یہی ہے ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ہم محروم ہو گئے۔ اس وقت ان میں جو باخبر شخص تھا کہنے لگا دیکھو میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر کرو۔ اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ اب تو سب کے سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم نے ظلم کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گزر جانے والے بن گئے تھے۔ ہمیں اب بھی اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ ہم اب صرف اپنے رب سے امید رکھتے ہیں۔ ناشکری کرنے اور تمہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں۔ اور بھی آخرت کے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن افسوس کہ یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر خاتمہ پر فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو۔ فضول خرچ اللہ کا دوست نہیں۔ اپنی اوقات سے زیادہ نہ لٹا۔ فخر دریا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو لینے آئے گا میں اسے دوں گا۔ لوگ ٹوٹ پڑے۔ شام کو ان کے پاس ایک کھجور بھی نہ رہی۔ اس پر یہ فرمان اترا۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے۔ اللہ کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو۔ اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا انبار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو جس سے اللہ کے نافرمان بن جاؤ۔ یہ بھی اسراف ہے۔ گویہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن یہ ظاہر الفاظ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی ممانعت یہاں ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچتا ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ پیا اور اسراف نہ کرو۔

صحیح بخاری میں ہے، کھاؤ پیو، پہننا اور ڈھونڈنا، لیکن اسراف اور تکبر سے بچو۔ واللہ اعلم۔

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشَاتٌ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۴۱﴾

اسی نے چوپائے پیدا کئے بعض تو بوجھ لادنے والے اور بعض چھوٹے قد کے، اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

(آیت: ۱۴۱) اسی اللہ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونڈنے والے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑے، چر، گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری وغیرہ۔ انہیں فرش اس لئے کہا گیا کہ یہ قدر و قامت میں پست ہوتے ہیں۔ زمین سے ملے رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حملہ سے مراد سواری کے جانور اور فرش سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جو سواری کے قابل نہیں ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں۔ یہ قول حضرت سدیؒ کا ہے اور بہت ہی مناسب ہے۔ خود قرآن کی سورۃ یاسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ہم نے ہی تو انہیں ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض سواریاں کر رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً لِمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَتَذَكَّرَ مِنْهَا فَمَا يَذَكَّرُ عَلَيْهَا فَلَهَا حَمُولَةٌ تَأْكُلُ طَيِّبَاتٍ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاكُمْ يَجْعَلُوهَا سَوَاقِدَ لِنَارِهَا وَالَّذِينَ لَا يَتَذَكَّرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۴۱﴾ اور آیت میں ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھونے اور طرح طرح کے فائدے اٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں۔ اور جگہ ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواریاں کرو۔ انہیں کھاؤ۔ اور بھی فائدے اٹھاؤ۔ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو۔ اسی نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں بنا دیں۔ وہ تمہیں اپنی بے شمار نشانیاں دکھا رہا ہے۔ تاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟

پھر فرماتا ہے اللہ کی روزی کھاؤ۔ پھل، اناج، گوشت وغیرہ۔ شیطانی راہ پر نہ چلو، اس کی تابعداری نہ کرو جیسے کہ مشرکوں نے اللہ کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم بھی یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو۔ وہ تمہارا دشمن ہے اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی اللہ کے عذابوں میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اسی نے تمہارے باپ آدم کو جنت سے باہر نکلوایا۔ اس کھلے دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست نہ سمجھو۔ اس کی ذریت سے اور اس کے یاروں سے بھی بچو۔ یاد رکھو ظالموں کو برابر بدلہ ملے گا۔ اس مضمون کی اور بھی آیتیں کلام اللہ شریف میں بہت سی ہیں۔

ثَمَنِيَّةٌ أَزْوَاجٌ مِنَ الصَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْرِ اثْنَيْنِ قُلْ
إِنَّ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أُمَّ الْأَنْثَيْنِ أَمَا اسْتَمَلْتَّ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأَنْثَيْنِ
نَبَوْنِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ
وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ إِنَّ الدَّكْرَيْنِ حَرَّمَ أُمَّ الْأَنْثَيْنِ أَمَا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاَنْثِيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّكُمْ
 اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
 لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الظّٰلِمِيْنَ ۝

آٹھ زومادہ بھیڑ میں دو قسم اور دو قسم بکری میں۔ پوچھ تو کہ کیا دونوں زحرام ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ جسے یہ دونوں مادیں اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ میرے سامنے اس کی کوئی سند بیان کرو اگر تم سچے ہو تو اور اونٹوں میں سے دو قسم اور گائے کی دو قسم زومادہ۔ پوچھ کہ کیا ان دونوں کے زول کو اللہ نے حرام کیا ہے یا مادیں کو یا اس بچے کو جسے یہ دونوں مادیں اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ جس وقت اللہ نے اس کا حکم فرمایا کیا تم آپ اس وقت موجود تھے؟ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ کے ذمہ جھوٹ افترا باندھ کر باوجود بے علمی کے بہکا تا پھرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھتا ہے ۝

خود ساختہ حلال و حرام جہالت کا ثمر ہے: ☆ ☆ (آیت ۱۴۳-۱۴۴) اسلام سے پہلے عربوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں میں تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے جیسے بکیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے۔ کھیت ہوں، باغات ہوں، چوپائے ہوں۔ پتھر ان چوپایوں کی قسمیں بیان فرمائیں۔ بھیڑ، مینڈھا، بکری، بکرا، اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل۔ اللہ نے یہ سب چیزیں تمہارے کھانے پینے، تلاریاں لینے اور دوسری قسم کے فائدوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ لَنْبِتَهُ أَرْوَاجِ اس نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان میں بھی کبھی وہ مردوں کے لئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام کر دیتے تھے۔ پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی دلیل کوئی کیفیت، کوئی وجہ تو پیش کرو۔ چار قسم کے جانور مادہ اور زرملا کر آٹھ قسم کے ہو گئے، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ کیا تم اپنی دیکھی سنی کہہ رہے ہو؟ اس فرمان الہی کے وقت تم موجود تھے؟ کیوں جھوٹ کہہ کر افترا پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے یہ ناپاک رسم عمر بن لہی بن قمعہ خبیث نے نکالی تھی اسی نے انبیاء کے دین کو سب سے پہلے بدلا اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں آچکا ہے۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ
 يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ
 خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اَهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنْ
 اضْطُرَّ غَيْرَ بَاعٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کہدے کہ میں تو جو جی میری طرف اتاری گئی ہے اس میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا مگر وہ جو مردار ہو یا بہا ہو یا خون یا سور کا گوشت کہ بیشک وہ حرام و ناپاک ہے یا وہ گناہ کی چیز جو اللہ کے سوا اوروں کے نام پر نامزد کی گئی ہو پس جو شخص بے بس اور عاجز ہو جائے، نہ تو وہ نافرمان ہو نہ حد سے گذر جانے والا تو بیشک تیرا

پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ○

اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال و حرام: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۵) اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے بندے اور نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان کافروں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں، فرمادیں کہ جو وحی الہی میرے پاس آئی ہے، اس میں تو حرام صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے جو میں تمہیں سنانا ہوں، اس میں وہ چیزیں حرمت والی نہیں، جن کی حرمت کو تم راجح کر رہے ہو۔ کبھی کھانے والے پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں، کوئی بھی حرام نہیں۔ اس آیت کے مفہوم کا رفع کرنے والی سورۃ مائدہ کی آئندہ آیات اور دوسری احادیث ہیں جن میں حرمت کا بیان ہے وہ بیان کی جائیں گی۔ بعض لوگ اسے نسخ کہتے ہیں اور اکثر متاخرین اسے نسخ نہیں کہتے کیونکہ اس میں تو اصلی مباح کو اٹھا دینا ہے۔ واللہ اعلم۔ خون وہ حرام ہے جو بوقت ذبح بہہ جاتا ہے، رگوں میں اور گوشت میں جو خون مخلوط ہو، وہ حرام نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گدھوں اور درندوں کا گوشت اور ہنڈیا کے اوپر جو خون کی سرخی آ جائے، اس میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔ عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں حکم بن عمرو تو رسول اللہ ﷺ سے یہی روایت کرتے ہیں لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت قُلْ لَا آجِدُ تِلْكَ لَاحِدًا تَلَاوت کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے۔ بعض کو بوجہ طبعی کراہیت کے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب اتاری، حلال و حرام کی تفصیل بیان کر دی، پس جسے حلال کر دیا، وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا، وہ حرام ہے اور جس سے خاموش رہے وہ معاف ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت قُلْ لَا آجِدُ تِلْكَ لَاحِدًا کی تلاوت کی۔ حضرت سودہ بنت زمعہ کی بکری مر گئی، جب حضورؐ سے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتاری؟ جواب دیا کہ کیا مردہ بکری کی کھال اتار لینی جائز ہے؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ ”اس کا صرف کھانا حرام ہے، لیکن تم اسے دباغت دے کر نفع حاصل کر سکتے ہو چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر کھال اتروالی اور اس کی مشک بنوائی جو ان کے پاس مدتوں رہی اور کام آئی۔ (بخاری وغیرہ)

حضرت ابن عمرؓ سے قنفذ (یعنی خار پشت جسے اردو میں ساہی بھی کہتے ہیں) کے کھانے کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اس پر ایک بزرگ نے فرمایا، میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا، وہ خبیثوں میں سے ایک خبیث ہے، اسے سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، اگر حضورؐ نے یہ فرمایا ہے تو وہ یقیناً ویسی ہی ہے جیسے آپ نے ارشاد فرمایا (ابوداؤد وغیرہ)

پھر فرمایا جو شخص ان حرام چیزوں کو کھانے پر مجبور ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھالینا جائز ہے، اللہ اسے بخش دے گا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے، اس کی کامل تفسیر سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہاں تو مشرکوں کے اس فعل کی تردید منظور ہے جو انہوں نے اللہ کے حلال کو حرام کر دیا تھا۔ اب بتا دیا گیا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے وہ بھی حرام ہوتیں تو ان کا ذکر بھی آجاتا، پھر تم اپنی طرف سے حلال کیوں مقرر کرتے ہو؟ اس بنا پر پھر اور چیزوں کی حرمت باقی رہتی جیسے کہ گھروں کے پالتو گدھوں کی ممانعت اور درندوں کے گوشت کی اور جنگل والے پرندوں کی جیسے کہ علماء کا مشہور مذہب ہے (یہ یاد رہے کہ ان کی حرمت قطعی ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور قرآن نے حدیث کا ماننا بھی فرض کیا ہے۔ مترجم)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا
أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ
وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۱۶۱﴾

یہودیوں پر خاصاً ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائے بکری کی چربی کو بھی ہم نے حرام کر دیا تھا جو اس کے جوان کی پیٹھ پر لگی ہوئی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈی سے ملی جلی ہوئی ہو، ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی یہ سزا دی تھی بے شک ہم بالکل سچے ہیں ○

مزید تفصیل متعلقہ حلال و حرام: ☆ ☆ (آیت ۱۳۶) ناخن دار جانور چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بلخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو۔ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے۔ قتادہ کا قول ہے جیسے ”اونٹ، شتر مرغ اور بہت سے پرند، مچھلیاں، بلخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں الگ الگ ہیں ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی۔ یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کر لیا تھا اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو انتڑیوں کے ساتھ اور جھڑی کے ساتھ ہڈی کے ساتھ ہو وہ ان پر حلال تھی۔ یہ بھی ان کے ظلم، تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام۔ جیسے فرمان ہے فَبَطَّلِم مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يَهُودِيُونَ کے ظلم و تم اور راہ حق سے منہ پھیرنے کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی تھیں اور اس جزا میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی خبر ہم نے تجھے اے نبی دی ہے وہی سچ اور حق ہے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا اس لئے ہم اسے اپنے آپ پر بھی حرام کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سمرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اسے غارت کرے کیا یہ نہیں جانتا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سوراہتوں کی خرید و فروخت حرام فرمائی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے چمڑے رنگے جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے، آپ نے فرمایا وہ بھی حرام ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر کے اس کی قیمت کھانا شروع کر دی (بخاری و مسلم) ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا! اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔ اللہ تعالیٰ جن پر جو چیز حرام کرتا ہے ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔ (ابن مردویہ) ایک مرتبہ آپ مسجد حرام میں حطیم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے اور یہی فرمایا (ابوداؤد و مسند احمد) حضرت اسامہ بن زید وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ کی عیادت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ عدن کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے آپ نے چہرہ سے چادر ہٹا کر فرمایا اللہ یہودیوں پر

لعنت کرنے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں۔“ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا حاکم کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرمادیتا ہے۔“

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبِّكُمْ ذُورِحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ

عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۴۷﴾

پھر بھی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب گنہگار لوگوں سے لوٹا یا نہیں جاسکتا ○

مشرک ہو یا کافر توبہ کر لے تو معاف! ☆ ☆ (آیت: ۱۴۷) ”اب بھی اگر تیرے مخالف یہودی اور مشرک وغیرہ تجھے جھوٹا بتائیں تو پھر بھی تو انہیں میری رحمت سے مایوس نہ کر، بلکہ انہیں رب کی رحمت کی وسعت یاد دلاتا کہ انہیں اللہ کی رضا جوئی کی تبلیغ ہو جائے، ساتھ ہی انہیں اللہ کے اٹل عذابوں سے بچنے کی طرف بھی متوجہ کر، پس رغبت، رہبت، امید، ڈردنوں ہی ایک ساتھ سنا دے۔ قرآن کریم میں امید کے ساتھ خوف اکثر بیان ہوتا ہے۔ اس سورت کے آخر میں فرمایا، تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور غفور و رحیم بھی ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ اِنَّ تِرا رب لوگوں کے گناہوں پر انہیں بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت تر عذاب کرنے والا بھی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے، میرے بندوں کو میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے بڑے ہی دردناک ہونے کی خبر پہنچا دے۔ اور جگہ ہے وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ نیز کئی آیات میں ہے، کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی بھاری اور نہایت سخت ہے۔ وہی ابتداء کرتا ہے اور وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ وہ غفور ہے، وودد ہے، بخشش کرنے والا ہے، مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔“

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا

آبَاءُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ

قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ

فَتُخْرِجُوهُنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا

تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الحُجَّةُ البَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْكُمْ

أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾

ممكن ہے کہ مشرکین یہ حجت بازی بھی کرنے لگیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ مشرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کی حلال چیز کو حرام کرتے، اسی طرح ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ آخر کار ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا، پوچھو تو کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے کہ اسے ہمارے سامنے پڑے ہوئے ہو اور نری انگلیں دوڑا رہے ہو ○ کہہ دے کہ اللہ ہی کی حجت تمام اور پوری ہے پس اگر وہ چاہتا تو تم

سب کو راہ حق دکھا دیتا ○

غلط سوچ سے باز رہو: ☆ ☆ (آیت: ۱۳۸-۱۳۹) مشرک لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے شرک کا حلال کو حرام کرنے کا حال تو اللہ کو معلوم ہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے بدلنے پر بھی قادر ہے۔ اس طرح کہ ہمارے دل میں ایمان ڈال دے یا کفر کے کاموں کی ہمیں قدرت ہی نہ دے۔

پھر بھی اگر وہ ہماری اس روش کو نہیں بدلتا تو ظاہر ہے کہ وہ ہمارے ان کاموں سے خوش ہے اگر وہ چاہتا تو ہم تو کیا ہمارے بزرگ بھی شرک نہ کرتے۔ جیسے ان کا یہی قول آیت لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مِیْنِ اٰوْر سُوْرۃ نَحْل مِیْنِ ہِے۔ اللہ فرماتا ہے اسی شبہ نے ان سے پہلی قوموں کو تباہ کر دیا۔ اگر یہ بات سچ ہوتی تو ان کے پہلے باپ دادا پر ہمارے عذاب کیوں آتے؟ رسولوں کی نافرمانی اور شرک و کفر پر مصر رہنے کی وجہ سے وہ روئے زمین سے ذلت کے ساتھ کیوں ہٹا دیئے جاتے؟ اچھا تمہارے پاس اللہ کی رضا مندی کا کوئی شوقیت ہو تو پیش کرو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم وہم پرست ہو، فاسد عقائد پر جمے ہوئے ہو اور انکل بچو باتیں اللہ کے ذمے گھڑ لیتے ہو، وہ بھی یہی کہتے تھے۔ تم بھی یہی کہتے ہو کہ ہم ان معبودوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے ملادیں، حالانکہ وہ نہ ملانے والے ہیں نہ ان کی انہیں قدرت ہے، ان سے تو اللہ نے سمجھ بوجھ چھین رکھی ہے۔ ہدایت و گمراہی کی تقسیم میں بھی اللہ کی حکمت اور اس کی حجت ہے۔ سب کام اس کے ارادے سے ہو رہے ہیں، وہ مومنوں کو پسند فرماتا ہے اور کافروں سے ناخوش ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمُ عَلٰی الْهُدٰی اِگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ حق پر جمع کر دیتا۔ اور آیت میں ہے اگر تیرے رب کی چاہت ہوتی تو سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔ یہ تو اختلاف سے نہیں ہٹیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر تیرا رب رحم کرے بلکہ انہیں اللہ نے اس لئے پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کی یہ بات حق ہے کہ میں جنات اور انسانوں سے جہنم کو پر کر دوں گا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ نافرمانوں کی کوئی حجت اللہ کے ذمہ نہیں بلکہ اللہ کی حجت بندوں پر ہے۔

قُلْ هَلَمْ شَهِدَاۗكُمْ اَلَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَمَ
هٰذَاۗ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَآ تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ
بِرَبِّهِمْ يٰعٰدِلُوْنَ ۙ

کہو کہ ذرا اپنے ان گواہوں کو تو لاؤ جو یہ بشارت دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے، پس اگر وہ گواہی بھی دے دیں تو تو ان کے ساتھ مل کر ہاں میں ہاں نہ کہنے لگنا ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی تو نہرگز نہ کرنا جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں، آخرت کا یقین نہیں کرتے اور دوسروں کو اپنے رب کے

برابر سمجھتے ہیں ○

(آیت: ۱۵۰) تم نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے جانوروں کو حرام کر رکھا ہے ان کی حرمت پر کسی کی شہادت تو پیش کر دو۔ اگر یہ ایسی شہادت والے لائیں تو تو ان جھوٹے لوگوں کی ہاں میں ہاں نہ ملانا۔ ان منکرین قیامت، منکرین کلام اللہ کے جھانے میں کہیں تم بھی نہ آ جانا۔

قُلْ تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا
 بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ
 نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
 مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
 بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۵۵﴾

کہدے کہ آؤ تم پر تمہارے رب نے جو کچھ حرام کیا ہے میں تمہیں وہ پڑھ سناؤں یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مغلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو تمہیں اور انہیں روزیاں ہم ہی دیتے ہیں اور کسی بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو خواہ وہ پوشیدہ ہو اور جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اسے بغیر کسی شرعی وجہ کے قتل نہ کرو یہ ہیں وہ احکام جن کا حکم اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے تاکہ تم

سمجھ لو

نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۱) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیات کو تتقون تک پڑھے۔ "ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "سورۃ انعام میں محکم آیات ہیں۔ پھر یہی آیات آپ نے تلاوت فرمائیں۔" ایک مرتبہ حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص ہے جو میرے ہاتھوں پر ان تین باتوں کی بیعت کرے پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو ان میں سے کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو دنیا میں ہی اسے شرعی سزا دے دی جائے گی اور اگر سزا نہ دی گئی تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو سزا دے" (مسند حاکم)

بخاری و مسلم میں ہے "تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی" اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سلام اللہ علیہ سے فرماتا ہے کہ "ان مشرکین کو جو اللہ کی اولاد کے قائل ہیں اللہ کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام کہتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں" کہہ دیجئے کہ سچ مچ جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں انہیں مجھ سے سن لو جو میں بذریعہ وحی الہی بیان کرتا ہوں تمہاری طرح خواہش نفس تو ہم پرستی اور اٹکل و گمان کی بنا پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا پھر دوسرا جملہ ایسا کہہ دیا جس سے حذف شدہ جملہ معلوم ہو جائے۔ اس آیت کے آخری جملے ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ سے اَلَا تُشْرِكُونَ سے پہلے کو حذف جملے او صَاكُمْ پر دلالت ہو گئی۔ عرب میں یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں امر تک ان لا تقوم۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس جبریل آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ جنت میں داخل ہوگا تو میں نے کہا گو اس نے زنا کیا ہو گو اس نے چوری کی ہو آپ نے فرمایا ہاں گو اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے پھر یہی سوال کیا مجھے پھر یہی جواب ملا پھر بھی میں نے یہ بات پوچھی اس مرتبہ جواب دیا کہ گو شراب نوشی بھی کی ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور سے موحد کے جنت میں داخل ہونے کا سن کر حضرت ابو ذر نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب

دیا تھا اور آخری مرتبہ فرمایا تھا اور ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو چنانچہ راوی حدیث جب اسے بیان فرماتے تو یہی لفظ دہرا دیتے۔ سنن میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے امید رکھے گا میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا خواہ وہ کیسی ہی ہوں کوئی پرواہ نہ کروں گا تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو نے اتنی خطائیں کی ہوں کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں پھر بھی تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اس حدیث کی شہادت میں یہ آیت آ سکتی ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ یعنی مشرک کو تو اللہ مطلق نہ بخشے گا باقی گنہگار اللہ کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے۔

صحیح مسلم میں ہے جو تو حید پر مرے وہ جنتی ہے۔ اس بارے میں بہت سی آیات اور احادیث ہیں۔ ابن مردودہ میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گو تمہارے نکلے نکلے کر دیئے جائیں یا تمہیں سولی چڑھا دیا جائے یا تمہیں جلادیا جائے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تم جلادئے جاؤ یا کاٹ دیئے جاؤ یا سولی دے دیئے جاؤ۔ اس آیت میں تو حید کا حکم دے کر پھر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہوا۔ بعض کی قرأت وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اکثر یہ دونوں حکم ایک ہی جگہ بیان ہوئے ہیں جیسے أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ فِي مَشْرِكٍ مَا بَابُكَ مَعَهُ بَقْدَرٍ ضَرُورَةٍ احسان کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ الخ میں بھی دونوں حکم ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں اور بھی بہت سی اس مفہوم کی آیات ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز و وقت پر پڑھنا میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں اگر اور بھی دریافت کرتا تو حضور بتا دیتے۔ ابن مردودہ میں عبادہ بن صامت اور ابو ذر سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی کہ اپنے والدین کی اطاعت کر اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو ان کے لئے ساری دنیا سے الگ ہو جا تو بھی مان لے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ باپ داداؤں کی وصیت کر کے اولاد اور اولاد کی اولاد کی بابت وصیت فرمائی کہ انہیں قتل نہ کرو جیسے کہ شیاطین نے اس کام کو تمہیں سکھا رکھا ہے۔ لڑکیوں کو تو وہ لوگ بوجہ عار کے مار ڈالتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کھانے کا سامان کہاں سے لائیں گے مار ڈالتے تھے۔ ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ حضور سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے پیدا کیا ہے پوچھا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ میرے ساتھ کھائے گی پوچھا پھر کونسا ہے؟ فرمایا اپنے پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا۔ پھر حضور نے آیت وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ الخ کی تلاوت فرمائی۔ اور آیت میں ہے وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ اِنِّي اولاد کو فقیری کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہاری روزی بھی ہمارے ذمہ ہے۔ یہاں چونکہ فرمایا تھا کہ فقیری کی وجہ سے اولاد کا گلا نہ گھونٹو تو ساتھ ہی فرمایا تمہیں روزی ہم دیں گے اور انہیں بھی ہم دے رہے ہیں۔

پھر فرمایا کسی ظاہر اور پوشیدہ برائی کے پاس بھی نہ جاؤ جیسے اور آیت میں ہے قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ الخ یعنی تمام ظاہری باطنی برائیاں، ظلم و زیادتی، شرک و کفر اور جھوٹ بہتان سب کچھ اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کی پوری تفسیر آیت وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَثَمِ وَبَاطِنَهُ کی تفسیر میں گزر چکی ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے تمام بے

حیائیاں اللہ نے حرام کر دی ہیں خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی دار میں اس کا فیصلہ کر دوں، جب حضورؐ کے پاس ان کا یہ قول بیان ہوا تو فرمایا کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اسی وجہ سے تمام فحش کام ظاہر و پوشیدہ اس نے حرام کر دیئے ہیں (بخاری و مسلم)

ایک مرتبہ حضورؐ سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں آپ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے یہ غیرت ہی ہے جو اس نے تمام بری باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس حدیث کی سند ترمذی کی شرط پر ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے الگ کر کے بیان فرمادیا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو مسلمان اللہ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہو اسے قتل کرنا بجز تین باتوں کے جائز نہیں۔ یا تو شادی شدہ ہو کر پھر زنا کرے یا کسی کو قتل کر دے یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔ مسلم میں ہے اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور اللہ کے رسولوں سے جنگ کرنے لگے اسے قتل کر دیا جائے گا یا صلیب پر چڑھا دیا جائے گا یا مسلمانوں کے ملک سے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ باغی آپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں ایک تو اسلام کے بعد کافر ہو جانے والا دوسرا شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور تیسرا بغیر قصاص کے کسی کو قتل کر دینے والا۔ اللہ کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلا وجہ قتل کیا پھر تم میرا خون بہانے کے درپے کیوں ہو ہر بی کافروں میں جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدہ امن میں آجائے اس کے قتل کرنے والے کے حق میں بھی بہت وعید آئی ہے اور اس کا قتل بھی شرعاً حرام ہے۔ بخاری میں ہے معاہدہ امن کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کیونکہ اس نے اللہ کا مذمہ توڑا اس میں ہے کہ پچاس برس کے راستے کے فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچتی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں اللہ کی وصیتیں اور اس کے احکام تاکہ تم دین حق کو اس کے احکام کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھ لو۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ
يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا تَكْلِفُ
نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ
وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٥٥

یتیموں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ایسے طور پر کہ اس کے حق میں بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اور ناب تول کو انصاف کے ساتھ پورا پورا کر دو ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بولو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی قرابت دار کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ جو عہد ہوا ہے

اسے پورا نباہ دو دیکھیں وہ باتیں جن کا حکم اللہ تمہیں دے رہا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

تیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۲) ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ جب آیت وَلَا تَقْرَبُوا آدِیتِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوََالَ الْیَتِیْمِیْنَ ظُلْمًا نَازِلٌ هُوَ مِنْ تُوْاحِبِ رَسُوْلٍ نَّهَى تِیْمُوْمَ كَاكْهَانَا بِیْنَا پِنے سے بالکل الگ تھلگ کر دیا۔ اس میں علاوہ ان لوگوں کے نقصان اور محنت کے تیموں کا نقصان بھی ہونے لگا اگر بچ رہا تو یا تو وہ باسی کھائیں یا سڑ کر خراب ہو جائے۔ جب حضور سے اس کا ذکر ہوا تو آیت وَیَسْئَلُوْكَ عَنِ الْیَتِیْمِیْنَ اِنْ نَازِلٌ هُوَ لِنَازِلٌ هُوَ لِنَازِلٌ هُوَ لِنَازِلٌ ہونے لگا۔ اس کا حکم اللہ نے ان کا کھانا اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ حکم ان کے سن بلوغ تک پہنچنے تک ہے گو بعض نے تیس سال بعض نے چالیس سال اور بعض نے ساٹھ سال کہے ہیں لیکن یہ سب قول یہاں مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر حکم فرمایا کہ لین دین اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو۔ ان کے لئے ہلاکت ہے جو لیتے وقت پورا لیں اور دیتے وقت کم دیں۔ ان امتوں کو اللہ نے غارت کر دیا جن میں یہ بدخصلت تھی۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضور نے ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا تم ایک ایسی چیز کے والی بنائے گئے ہو جس کی صحیح گمرانی نہ رکھنے والے تباہ ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجہ ہم نہیں لاتے یعنی اگر کسی شخص نے اپنی طاقت بھر کوشش کر لی دوسرے کا حق دے دیا اپنے حق سے زیادہ نہ لیا پھر بھی نادانستہ طور پر غلطی سے کوئی بات رہ گئی ہو تو اللہ کے ہاں اس کی پکڑ نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آیت کے یہ دونوں جملے تلاوت کر کے فرمایا کہ جس نے صحیح نیت سے وزن کیا تو لا پھر بھی اس میں کوئی کمی زیادتی بھول چوک سے ہوگی تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے بات انصاف کی کہا کرو اگرچہ قرابت داری کے معاملے میں ہی کچھ کہنا پڑے۔ جیسے فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوِّمِیْنَ بِالْقِسْطِ اور سورۃ نساء میں بھی یہی حکم دیا کہ ہر شخص کو ہر حال میں سچائی اور انصاف نہ چھوڑنا چاہئے۔ جھوٹی گواہی اور غلط فیصلے سے بچنا چاہئے اللہ کے عہد کو پورا کرنا اس کے احکام بجا لانا اس کی منع کردہ چیزوں سے الگ رہنا اس کی کتاب اس کے رسول کی سنت پر چلنے رہنا یہی اس کے عہد کو پورا کرنا ہے انہی چیزوں کے بارے میں اللہ کا تاکید یہ حکم ہے یہی فرمان تمہارے لئے وعظ و نصیحت کا ذریعہ ہیں تاکہ تم جو اس سے پہلے نکلے بلکہ برے کاموں میں تھے اب ان سے الگ ہو جاؤ۔ بعض کی قرأت میں تَدَّكْرُوْنَ بھی ہے۔

وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السَّبِیْلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَضَعَمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ کہ میری سیدھی راہ یہی ہے تم سب اسی پر چلے جاؤ اور دوسرے راستوں پر نہ پڑ جانا کہ وہ تمہیں راہ اللہ سے جدا کر دیں گے تمہیں جناب باری یہ تاکید یہ حکم فرما رہا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ○

شیطانی راہیں فرقہ سازی: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۳) یہ اور ان جیسی آیات کی تفسیر میں ابن عباس کا قول تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو باہم اعتماد کا حکم دیتا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے روکتا ہے اس لئے کہ اگلے لوگ اللہ کے دین میں پھوٹ ڈالنے ہی سے تباہ ہوئے تھے۔ مسند میں ہے کہ اللہ کے نبی نے ایک سیدھی لیکر کھینچی اور فرمایا اللہ کی سیدھی راہ یہی ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں اور لیکر کھینچ کر فرمایا ان تمام راہوں پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔ اسی حدیث کی شاہدہ حدیث ہے جو مسند وغیرہ میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لیکر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ

تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں دو دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جالتا ہے۔ اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی بلارہے ہیں۔ جو ان راہوں میں سے کسی راہ پر ہولیا، وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضورؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی۔ اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چوہٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لگکے ہوئے ہیں۔ اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا ہجو پکارتا رہتا ہے کہ لوگو تم سب اس صراط مستقیم پر آ جاؤ راستے میں بکھر نہ جاؤ بیچ راہ کے بھی ایک شخص ہے۔ جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھول، کھولو گے تو سیدھی راہ سے دور نکل جاؤ گے۔ پس سیدھی راہ اسلام ہے اور دونوں دیواریں اللہ کی حدود ہیں۔ کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، نمایاں شخص اللہ کی کتاب ہے۔ اوپر سے پکارنے والا اللہ کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے (ترمذی) اس نکتے کو نہ بھولنا چاہئے کہ اپنی راہ کے لئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور گمراہی کی راہوں کے لئے سبل جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہ حق ایک ہی ہوتی ہے اور ناحق کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں جیسے آیت اللہ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ ظُلُمٰتٍ کُوْمِجٍ کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ قُلْ تَعَالَوْا لِنُحَدِّثْکُمْ آیٰتِ تِلْکَ التَّلٰوٰتِ کر کے فرمایا تم میں سے کون کون ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ پھر فرمایا جس نے اس بیعت کو اپنا لیا اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جس نے ان میں سے کسی بات کو توڑ دیا اس کی دو صورتیں ہیں یا تو دنیا میں ہی اس کی سزا پیشی اسے مل جائے گی یا اللہ تعالیٰ آخرت تک اسے مہلت دے دے گا پھر رب کی مشیت پر منحصر ہے اگر چاہے سزا دے، اگر چاہے تو معاف فرمادے۔

ثُمَّ اٰتٰنَا مُوسٰی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلٰی الَّذِیْ اٰحْسَنَ
وَتَفْصِیْلًا لِکُلِّ شَیْءٍ وَهَدٰی وَرَحْمَةً لِّعَلَّہُمْ یَلْقَآءَ رَبِّہِم
یَوْمَئِذٍ ۝ وَہٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبْرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا
لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۵۵

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت فرمائی جس سے نیک کاروں پر نعمت پوری ہو، اس میں تمام احکام کی تفصیل ہے اور ہدایت و مہربانی ہے تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں ○ اور اس بابرکت کتاب کو بھی ہم نے نازل فرمایا ہے ہم اس کی حکم برداری کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

جنوں نے قرآن حکیم سنا: ☆☆ (آیت: ۱۵۴-۱۵۵) امام ابن جریر نے تو لفظ ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مانا ہے یعنی ان سے یہ بھی کہہ دے اور ہماری طرف سے یہ خبر بھی پہنچادے لیکن میں کہتا ہوں ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مان کر خبر کا خبر پر عطف کر دیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ ایسا ہوتا ہے اور شعروں میں بھی موجود ہے۔ چونکہ قرآن کریم کی مدح اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا میں گذری تھی اس لئے اس پر عطف ڈال کر توراہ کی مدح بیان کر دی۔ جیسے کہ اور بھی بہت سی آیات میں ہے۔ چنانچہ فرمان ہے وَمِنْ قَبْلِہِ کِتٰبٌ مُّوسٰی اِمَامًا وَرَحْمَةً وَہٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانَ عَرَبِیًّا یعنی اس سے پہلے توراہ امام رحمت تھی اور اب یہ قرآن عربی تصدیق کرنے والا ہے۔ اسی سورت کے اول میں

ہے قل من انزل الكتاب الذی الخ اس آیت میں بھی تورات کے بیان کے بعد اس قرآن کا بیان ہے۔

کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا لَخَّ بِان كَاسِ هَامِرِي طَرْفٍ سَعِ حَقِّ اَ بِنِجَانٍ طَو كَبْنِ لَكَّ اَسَ اس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملتا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا، کیا انہوں نے موسیٰ کی اس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں۔ جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا، ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے، جو اپنے سے اگلی کتابوں کو سچا کہتی ہے اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہے، وہ کتاب جامع اور کامل تھی۔ شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی سب اس میں موجود تھیں، یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا۔ جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔ اور جیسے فرمان ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنا دیا جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھا۔ غرض یہ بھی اللہ کا فضل تھا اور نیکیوں کی نیکیوں کا صلہ۔ احسان کرنے والوں پر اللہ بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں بھی اور وہاں بھی۔ امام ابن جریر الذہبی کو مصدر یہ مانتے ہیں جیسے خُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا میں ہے۔ ابن رواحہ کا شعر ہے

وَبُتِ اللَّهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ فِي الْمُرْسَلِينَ وَنَصَرَ كَالَّذِي نَصَرُوا

اللہ تیری اچھائیاں بڑھائے اور اگلے نبیوں کی طرح تیری بھی مدد فرمائے۔ بعض کہتے ہیں یہاں الذی یعنی میں الذین کے ہے عبد اللہ بن مسعود کی قرأت لما ما علی الذین احسنوا ہے۔ پس مومنوں اور نیک لوگوں پر اللہ کا یہ احسان ہے اور پورا احسان ہے۔ بغوی کہتے ہیں مراد اس سے انبیاء اور عام مومن ہیں۔ یعنی ان سب پر ہم نے اس کی فضیلت ظاہر کی۔ جیسے فرمان ہے يَمْوُئِسِي اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ لَخَّ، یعنی اے موسیٰ میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ ہاں حضرت موسیٰ کی اس بزرگی سے حضرت محمد ﷺ جو خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ ہیں، مستثنیٰ ہیں بہ سب ان دلائل کے جو وارد ہو چکے ہیں۔ یحییٰ بن یحیرا حسن ہو کو مخذوف مان کر احسن پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے؟ امام ابن جریر فرماتے ہیں میں اس قرأت کو جائز نہیں رکھوں گا اگرچہ عربیت کی بنا پر اس میں نقصان نہیں۔ آیت کے اس جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ پر احسان رب کو تمام کرنے کے لئے یہ اللہ کی کتاب ان پر نازل ہوئی۔ ان دونوں کے مطلب میں کوئی تفاوت نہیں۔

پھر تورات کی تعریف بیان فرمائی کہ اس میں ہر حکم بہ تفصیل ہے اور وہ ہدایت و رحمت ہے تاکہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لیں۔ پھر قرآن کریم کی اتباع کی رغبت دلاتا ہے اس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم دیتا ہے۔ برکت سے اس کا وصف بیان فرماتا ہے کہ جو بھی اس پر کار بند ہو جائے وہ دونوں جہان کی برکتیں حاصل کرے گا اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف مضبوطی ہے۔

اِنَّ تَقْوَلُوْا اِنَّمَا اَنْزَلَ الْكِتٰبَ عَلٰی طٰاِيفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا
وَ اِنْ كُنَّا عَرَبٌ دِرٰاِسْتِهِمْ لَغَفٰلِيْنَ ۗ اَوْ تَقْوَلُوْا لَوَآآ
اَنْزَلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبَ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدٰى وَ رَحْمَةٌ ۗ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيٰتِ

اللّٰهُ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۷﴾

اس لئے کہ کبھی کہنے لگو، کتاب اللہ تو ہم سے پہلے کی دو جماعتوں کی طرف ہی نازل کی گئی اور ہم تو ان کی تلاوت سے بے خبر ہی رہے۔ ○ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم تو اس سے بہت ہی زیادہ راہ یافتہ بن جاتے اچھا اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حجت و دلیل اور ہدایت و رحمت آ چکی، پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھوٹی بتلائے اور ان سے کتر جائے، ہم بھی ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کتر آتے رہتے ہیں بڑے عذابوں کی سزا دیں گے جو بدلا ہوگا ان کے کترانے کا ○

لاف زنی عیب ہے۔ دوسروں کو نیکی سے روکنے والے بدترین ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۶-۱۵۷) فرماتا ہے کہ اس آخری کتاب نے تمہارے تمام عذر ختم کر دیئے جیسے فرمان ہے وَكُلُّ لَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ اِلَّا يَنْتَظِرُوْنَ اِلَيْهَا اِنْ كُنْتُمْ اَوْفِيَٰ بِوَعْدِ اللّٰهِ اِنَّكُمْ لَعِنَآ اِنَّكُمْ لَكٰفِرُوْنَ۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جس کے پاس اللہ کی آیات آ جائیں اور وہ انہیں جھٹلائے، ان سے فائدہ نہ اٹھائے، نہ عمل کرنے نہ یقین لائے، نہ نیکی کرے، نہ بدی چھوڑے، نہ خود مانے، نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ اسی سورت کے شروع میں فرمایا ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ خُودِ اس کے مخالف اوروں کو بھی اسے ماننے سے روکتے ہیں دراصل اپنا ہی بگاڑتے ہیں جیسے فرمایا اللّٰذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلْحٰقِ، یعنی جو لوگ خود کفر کرتے ہیں اور راہ الہی سے روکتے ہیں، انہیں ہم عذاب بڑھاتے رہیں گے۔ پس یہ لوگ ہیں جو نہ ماننے تھے اور نہ فرماں بردار ہوتے تھے۔ جیسے فرمان ہے فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ یعنی نہ تو مانا، نہ نماز پڑھی بلکہ نہ مان کر منہ پھیر لیا۔ ان دونوں تفسیروں میں پہلی بہت اچھی ہے یعنی خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی انکار پر آمادہ کیا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ تَاتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يٰتِي رَبُّكَ اَوْ
يٰتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يٰتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ
لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ
كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلْ اِنْتُمْ مُّنتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾

کیا یہ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ یا تیرا رب آئے؟ یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں؟ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی شخص کو جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا اس کا ایمان مطلق فائدہ نہ دے گا نہ اسے جس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیکیاں نہ کی ہوں کہہ دے کہ اچھا منتظر رہو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ○

قیامت اور بے بسی: ☆ ☆ (آیت: ۱۵۸) اللہ تعالیٰ کافروں کو اور پیغمبروں کے مخالفوں کو اور اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اور اپنی راہ سے روکنے والوں کو ڈرا رہا ہے کہ کیا انہیں قیامت کا انتظار ہے؟ جبکہ فرشتے بھی آئیں گے اور خود اللہ تعالیٰ بھی - وہ بھی وقت ہوگا جب ایمان بھی بے سود اور توبہ بھی بیکار - بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے جب یہ نشان ظاہر ہو جائے گا تو زمین پر جتنے لوگ ہوں گے سب ایمان لائیں گے لیکن اس وقت کا ایمان محض بے سود ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی - اور حدیث میں ہے جب قیامت کی تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو بے ایمان کو ایمان لانا خیر سے رکے ہوئے لوگوں کو اس کے بعد نیکی یا توبہ کرنا کچھ سود مند نہ ہوگا - سورج کا مغرب سے نکلنا دجال کا آنا دابة الارض کا ظاہر ہونا - ایک اور روایت میں اس کے ساتھ ہی ایک دھوئیں کے آنے کا بھی بیان ہے - اور حدیث میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پیشتر جو توبہ کرے اس کی توبہ مقبول ہے -

حضرت ابو ذرؓ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو یہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں فرمایا 'عرش کے قریب جا کر سجدے میں پڑتا ہے اور پھر اترتا ہے یہاں تک کہ اسے اجازت ملے اور کہا جائے لوٹ جا' قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' یہی وہ وقت ہوگا کہ ایمان لانا بے نفع ہو جائے گا - ایک مرتبہ لوگ قیامت کی نشانیوں کا ذکر کر رہے تھے اتنے میں حضورؐ بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو گے - سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دھواں دابة الارض 'یا جوج ماجوج' کا آنا عیسیٰ بن مریم کا آنا اور دجال کا نکلنا مشرق مغرب اور جزیرہ عرب میں تین جگہ زمین کا دھنس جانا اور عدن کے درمیان سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کے لے جائے گی رات دن ان کے پیچھے ہی پیچھے رہے گی (مسلم وغیرہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا نشان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رات بہت لمبی ہو جائے گی بقدر دور راتوں کے لوگ معمول کے مطابق اپنے کام کاج میں ہوں گے اور تہجد گزاری میں بھی - ستارے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں گے پھر لوگ سو جائیں گے پھر اٹھیں گے کام میں لگیں گے پھر سوئیں گے پھر اٹھیں گے لیکن دیکھیں گے کہ نہ ستارے سہنے ہیں نہ سورج نکلا ہے کروٹیں دکھنے لگیں گی لیکن صبح نہ ہوگی اب تو گھبرا جائیں گے اور دہشت زدہ ہو جائیں گے منتظر ہوں گے کہ کب سورج نکلے مشرق کی طرف نظر میں جمائے ہوئے ہوں گے کہ اچانک مغرب کی طرف سے سورج نکل آئے گا اس وقت تو تمام روئے زمین کے انسان مسلمان ہو جائیں گے لیکن اس وقت ایمان محض بے سود ہوگا - (ابن مردویہ) ایک حدیث میں حضورؐ کا اس آیت کے اس جملے کو تلاوت فرما کر اس کی تفسیر میں سورج کا مغرب سے نکلنا فرمانا بھی ہے -

ایک روایت میں ہے سنب سے پہلی نشانی یہی ہوگی - اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک بڑا دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض (چوڑائی) ستر سال (کی مسافت) ہے یہ توبہ کا دروازہ ہے - یہ بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے - اور حدیث میں ہے لوگوں پر ایک رات آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی اسے تہجد گزار جان لیں گے یہ کھڑے ہوں گے ایک معمول کے مطابق تہجد

پڑھ کر سو جائیں گے، پھر اٹھیں گے اپنا معمول ادا کر کے پھر لیٹیں گے۔ لوگ اس لمبائی سے گھبرا کر چیخ و پکار شروع کر دیں گے اور دوڑے بھاگے مسجدوں کی طرف جائیں گے کہ ناگہاں دیکھیں گے کہ سورج طلوع ہو گیا یہاں تک کہ وسط آسمان میں پہنچ کر پھر لوث جائے گا اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ یہی وہ وقت ہے جس وقت ایمان سود مند نہیں۔ اور روایت میں ہے کہ تین مسلمان شخص مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مروان ان سے کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلی نشانی دجال کا خروج ہے۔ یہ سن کر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور یہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، اس نے کچھ نہیں کہا، مجھے حضور کا فرمان خوب محفوظ ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔ اور دابة الارض کا دن چڑھے ظاہر ہونا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی پہلے ظاہر ہو، اسی کے بعد دوسری ظاہر ہوگی۔ حضرت عبداللہ کتاب پڑھتے جاتے تھے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ پہلے سورج کا نشان ظاہر ہوگا، وہ غروب ہوتے ہی عرش تلے جاتا ہے اور سجدہ کر کے اجازت مانگتا ہے، اجازت مل جاتی ہے، جب مشیت الہی سے مغرب سے ہی نکلنا ہوگا تو اس کی بار بار کی اجازت طلبی پر بھی جواب نہ ملے گا۔ رات کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوگا اور یہ سمجھ لے گا کہ اب اگر اجازت ملی بھی تو مشرق میں نہیں پہنچ سکتا۔ تو کہے گا کہ یا اللہ دنیا کو سخت تکلیف ہوگی تو اس سے کہا جائے گا، یہیں سے طلوع ہو چنانچہ وہ مغرب سے ہی نکل آئے گا، پھر حضرت عبداللہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

طبرانی میں ہے کہ جب سورج مغرب سے نکلے گا، اہلیس سجدے میں گر پڑے گا اور زور زور سے کہے گا، الہی مجھے حکم کر میں مانوں گا، جسے تو فرمائے میں سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں اس کی ذریت اس کے پاس جمع ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہائے وائے کیسی ہے؟ وہ کہے گا، مجھے یہیں تک ڈھیل دی گئی تھی۔ اب وہ آخری وقت آ گیا، پھر صفا کی پہاڑی کے غار سے دابة الارض نکلے گا، اس کا پہلا قدم اٹھا کیہ میں پڑے گا، وہ اہلیس کے پاس پہنچے گا اور اسے تھپڑ مارے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بالکل ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ان کتابوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو نے لی ہو جن کے دو تھیے انہیں ریموک کی لڑائی والے دن ملے تھے۔ اس کا فرمان رسول ہونا ناقابل تسلیم ہے۔ اللہ اعلم۔

حضور فرماتے ہیں، ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ دشمن برسر پیکار رہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو گناہوں کو چھوڑنا دوسرے اللہ اور اس کے رسول کے پاس ترک وطن کر کے جانا۔ یہ بھی باقی رہے گی جب تک کہ توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے، سورج کے مغرب سے نکلنے ہی پھر جو کچھ جس دل میں ہے اسی پر مر لگ جائے گی اور اعمال بے سود ہو جائیں گے۔ ابن مسعود کا فرمان ہے کہ بہت سے نشانات گزر چکے ہیں صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ سورج کا نکلنا، دجال دابة الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا۔ جس علامت کے ساتھ اعمال ختم ہو جائیں گے وہ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔ ایک طویل مرفوع غریب منکر حدیث میں ہے کہ اس دن سورج چاند ملے جلے طلوع ہوں گے۔ آدھے آسمان سے واپس چلے جائیں گے پھر حسب عادت ہو جائیں گے۔ اس حدیث کا تو مرفوع ہونے کا دعویٰ اس حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت ہے۔ ہاں ابن عباس یا وہب بن عبدہ پر موقوف ہونے کی حیثیت سے ممکن ہے موضوع کی گنتی سے نکل جائے۔ واللہ اعلم۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، قیامت کی پہلی نشانی کے ساتھ ہی اعمال کا خاتمہ ہے۔ اس دن کسی کافر کا مسلمان ہونا بے سود ہوگا۔ ہاں مومن جو اس سے پہلے نیک اعمال والا ہوگا، وہ بہتری میں رہے گا اور جو نیک عمل نہ ہوگا، اس کی توبہ بھی اس وقت مقبول نہ ہوگی جیسے کہ پہلے احادیث گزر چکی ہیں۔ برے لوگوں کے نیک اعمال بھی اس نشان عظیم کو دیکھ لینے کے بعد کام نہ آئیں گے۔ پھر کافروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اچھا تم انتظار میں ہی رہو تا آنکہ توبہ کے اور ایمان کے قبول نہ ہونے کا وقت آ جائے۔ اور

قیامت کے زبردست آثار ظاہر ہو جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ الَّتِي قِيَامَتُهَا كَمَا يَنْظُرُونَ كَمَا هِيَ قِيَامَتُهَا۔ اس کی بھی علامات ظاہر ہو چکی ہیں اس کے آچکنے کے بعد نصیحت کا وقت کہاں؟ اور آیت میں فَلَمَّا رَأَوْا آيَاتِنَا هَمَزُوا لِكُلِّ عَذَابٍ لَّهُمْ شَاهِدٌ مِمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ مشاہدہ کر لینے کے بعد کا ایمان اور شرک سے انکار بے سود ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ
إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۵۹﴾

جن لوگوں نے تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے تھے ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہی انہیں اس کے بعد ان کے کرتوت سے باخبر کر دے گا ○

اہل بدعت گمراہ ہیں: ☆☆ (آیت: ۱۵۹) مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ یہ لوگ حضورؐ کی نبوت سے پہلے سخت اختلافات میں تھے جن کی خبر یہاں دی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شیئی تک اس آیت کی تلاوت فرما کر حضورؐ نے فرمایا وہ بھی تجھ سے کوئی میل نہیں رکھتے۔ اس امت کے اہل بدعت شک شبہ والے اور گمراہی والے ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ یعنی ممکن ہے یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہو۔ ابوامامہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ یہ بھی مرفوعاً مروی ہے لیکن صحیح نہیں۔ ایک اور غریب حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں مراد اس سے اہل بدعت ہے اس کا بھی مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ بات یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ جو بھی اللہ رسول کے دین کی مخالفت کرے اور اس میں پھوٹ اور افتراق پیدا کرے، گمراہی کی اور خواہش پرستی کی پیروی کرے نیا دین اختیار کرے نیا مذہب قبول کرے وہی وعید میں داخل ہے کیونکہ حضورؐ جس حق کو لے کر آئے ہیں وہ ایک ہی ہے، کئی ایک نہیں اللہ نے اپنے رسول کو فرقہ بندی سے بچایا ہے اور آپ کے دین کو بھی اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔

اسی مضمون کی دوسری آیت شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا رَزَقْتُمْ مِنْهُ وَمَا كَفَرَ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْهُ بِمَا كَفَرْتُمْ بِهِ۔ سب کا دین ایک ہی ہے۔ پس صراطِ مستقیم اور دین پسندیدہ اللہ کی توحید اور رسولوں کی اتباع ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ ضلالت، جہالت، رائے، خواہش اور بددینی ہے اور رسولؐ اس سے بیزار ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہی انہیں ان کے کرتوت سے آگاہ کرے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ مومنوں، یہودیوں، صابیوں اور نصرائیوں میں مجوسیوں میں مشرکوں میں اللہ خود قیامت کے دن فیصلے کر دے گا اس کے بعد اپنے احسان، علم اور عدل کا بیان فرماتا ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ مِثْلِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۰﴾

نیکی لانے والے کو دس گنا ثواب ہے اور برائی لے کر آنے والا برابر برابر ہی بدلہ پائے گا اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا ○

نیکی کا دس گنا ثواب اور غلطی کی سزا برابر برابر: ☆☆ (آیت: ۱۶۰) ایک اور آیت میں مجملیہ آیا ہے کہ فلہ خیر منها جو نیکی لانے کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہے۔ اسی آیت کے مطابق بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ ایک میں ہے تمہارا رب عزوجل بہت بڑا رحیم ہے۔ نیکی کے صرف قصد پر نیکی کے کرنے کا ثواب عطا فرمادیتا ہے اور ایک نیکی کے کرنے پر دس سے ساٹھ تک بڑھا دیتا ہے

اور بھی بہت زیادہ اور بہت زیادہ - اور اگر برائی کا قصد ہوا پھر نہ کر سکا تو بھی نیکی ملتی ہے اور اگر اس برائی کو گزرا تو ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ معاف ہی فرمادے اور بالکل ہی منادے - سچ تو یہ ہے کہ ہلاکت والے ہی اللہ کے ہاں ہلاک ہوتے ہیں - (بخاری، مسلم نسائی وغیرہ)

ایک حدیث قدسی میں ہے، نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو اکہرا عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں - زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اتنی ہی رحمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - جو میری طرف بالشت بھر آئے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ہاتھ بھر آئے، میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے، میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں (مسلم مسند وغیرہ) اس سے پہلے گزری ہوئی حدیث کی طرح ایک اور حدیث بھی ہے اس میں فرمایا ہے کہ برائی کا ارادہ کر کے پھر اسے چھوڑ دینے والے کو بھی نیکی ملتی ہے - اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے چنانچہ بعض روایات میں تشریح آ بھی چکی ہے - دوسری صورت چھوڑ دینے کی یہ ہے کہ اسے یاد ہی نہ آئے - بھول بسر جائے تو اسے نہ ثواب ہے نہ عذاب کیونکہ اس نے اللہ سے ڈر کر نیک نیتی سے اسے ترک نہیں کیا - اور اگر بد نیتی سے اس نے کوشش بھی کی، اسے پوری طرح کرنا بھی چاہا لیکن عاجز ہو گیا، کر نہ سکا موقع ہی نہ ملا، اسباب ہی نہ بنے، تھک کر بیٹھ گیا، تو ایسے شخص کو اس برائی کے کرنے کے برابر ہی گناہ ہوتا ہے - چنانچہ حدیث میں ہے جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے سے جنگ کریں تو جو مار ڈالے اور جو مار ڈالا جائے دونوں جہنمی ہیں لوگوں نے کہا مار ڈالنے والا تو خیر لیکن جو مارا گیا وہ جہنم میں کیوں جائے گا؟ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ وہ بھی دوسرے کو مار ڈالنے کا آرزو مند تھا اور حدیث میں ہے، حضور فرماتے ہیں، نیکی کے محض ارادے پر نیکی لکھی جاتی ہے اور عمل میں لانے کے بعد دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں - برائی کے محض ارادے کو لکھا نہیں جاتا، اگر عمل کر لے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے اور اگر چھوڑ دے تو نیکی لکھی جاتی ہے -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے گناہ کے کام کو میرے خوف سے ترک کر دیا - حضور فرماتے ہیں لوگوں کی چار قسمیں ہیں اور اعمال کی چھ قسمیں ہیں - بعض لوگ تو وہ ہیں جنہیں دنیا اور آخرت میں وسعت اور کشادگی دی جاتی ہے - بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں کشادگی ہوتی ہے اور آخرت میں تنگی - بعض وہ ہیں، جن پر دنیا میں تنگی رہتی ہے اور آخرت میں کشادگی ملے گی - بعض وہ ہیں جو دونوں جہان میں بد بخت رہتے ہیں، یہاں بھی وہاں بھی بے آبرو - اعمال کی چھ قسمیں تو ثواب واجب کر دینے والی ہیں - ایک برابر کا، ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا - واجب کر دینے والی دو چیزیں وہ یہ ہیں، جو شخص اسلام و ایمان پر مرے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، اس کے لئے جنت واجب ہے - اور جو کفر پر مرے اس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو نیکی کا ارادہ کرے گوئی نہ ہو، اسے ایک نیکی ملتی ہے اس لئے کہ اللہ جانتا ہے کہ اس کے دل نے اسے سمجھا اس کی حرص کی اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اس کے ذمہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور جو گزرے اسے ایک ہی گناہ ہوتا ہے اور وہ بڑھتا نہیں ہے اور جو نیکی کا کام کرے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو راہ اللہ عز و جل میں خرچ کرے اسے سات سو گنا ملتا ہے (ترمذی)

فرمان ہے کہ جمعہ میں آنے والے لوگ تین طرح کے ہیں - ایک وہ جو وہاں لغو کرتا ہے اس کے حصے میں تو وہی لغو ہے ایک دعا کرتا ہے - اسے اگر اللہ چاہے دے چاہے نہ دے - تیسرا وہ شخص ہے جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ خطبے میں بیٹھتا ہے، کسی مسلمان کی گردن پھلانگ کر مسجد میں آگے نہیں بڑھتا نہ کسی کو ایذا دیتا ہے، اس کا جمعہ اگلے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بلکہ اور تین دن تک کے گناہوں کا

بھی اس لئے کہ وعدہ الہی میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جو نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔

طہرانی میں ہے جمعہ جمعہ تک بلکہ اور تین دن تک کفارہ ہے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے نیکی کرنے والے کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھے اسے سال بھر کے روزوں کا یعنی تمام عمر سارا زمانہ روزے سے رہنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ ایک دن کے روزے کا ثواب دس روزوں کا ملتا ہے (ترمذی) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد کلمہ توحید اور سیر سے مراد شرک ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے لیکن اس کی کوئی صحیح سند میری نظر سے نہیں گزری۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی احادیث اور آثار ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ یہ ہی کافی ہیں۔

قُلْ اِنِّي هَدِيْتُ رَبِّيَ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا
مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶﴾ قُلْ
اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۷﴾ لَا
شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

کہدے کہ مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھی راہ کی ہدایت کر دی ہے یعنی سچے دین کی جو ابراہیم کا دین ہے جو شرک سے یکسو تھا اور مشرکوں میں نہ تھے ○ کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○ جس کو کوئی شریک نہیں مجھے اسی توحید کا حکم فرمایا گیا ہے اور میں سب فرماں برداروں میں اول ہوں ○

بے وقوف وہی ہے جو دین حنیف سے منہ موڑ لے: ☆ ☆ (آیت: ۱۶۱-۱۶۳) سید المرسلین ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ پر اللہ کی جو نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھا دی ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں وہ ثابت اور سالم سیدھی اور ستھری راہ ہے ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے۔ اس دین سے وہی ہٹ جاتا ہے جو محض بے وقوف ہو۔ اور آیت میں ہے اللہ کی راہ میں پورا جہاد کرو۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے مشرک نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ کے پسندیدہ تھے راہ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے۔ دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدان قیامت میں بھی وہ نیک کار لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا یہ یاد رہے کہ حضور کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ظلیل اللہ آپ سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں اور مقام محمود والا ہوں جس سے ساری مخلوق کو امید ہوگی یہاں تک کہ ظلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے اصبحنا علی ملة الاسلام و كلمة الاخلاص و دین نبینا و ملة ابراهيم حنیفا و ما کان من المشرکین یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر کلمہ اخلاص پر ہمارے نبی کے دین پر اور ملت

ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو مشرک نہ تھے۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر منہ رکھ کر حبشیوں کے جنگی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہودیہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشاہدگی ہے اور اس میں یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرمادیں وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں۔ جبکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، اسی کے نام پر ذبیحہ کرتا ہوں چنانچہ بقرہ عید کے دن حضور نے جب دو مینڈھے ذبح کئے تو انہی وجہت الخ کے بعد یہی آیت پڑھی۔ آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی سب اللہ کی خالص عبادت کرتے رہے جیسے فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم سب میری ہی عبادت کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ الخ ملت ابراہیمی سے وہی ہوتا ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو۔ وہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا بگڑیدہ تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے اسے جب اس کے رب نے فرمایا تو تابعدار بن جا، اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ اس بات کی وصیت ابراہیم نے اپنے بچوں کو کی تھی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو! اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرمایا ہے۔

پس تم اسلام ہی پر مرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے یا اللہ تو نے مجھے ملک عطا فرمایا، خواب کی تعبیر سکھائی، آسمان وزمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میرے بھائیو! اگر تم ایماندار ہو، اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے اے اللہ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچالے۔ اور آیت میں فرمان باری ہے اِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ الخ ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت و نور ہے جس کے مطابق وہ انبیاء حکم کرتے ہیں جو مسلم ہیں یہودیوں کو بھی اور ربانیوں کو بھی اور احبار کو بھی۔ اور فرمان ہے وَاذْأَوْ حَيْثُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي الخ میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ سب نے کہا ہم نے ایمان قبول کیا ہمارے مسلمان ہونے پر تم گواہ رہو۔ یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ اللہ نے اپنے نبیوں کو اسلام کے ساتھ ہی بھیجا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی اپنی مخصوص شریعتوں کے ساتھ مختص تھے۔ احکام کا ادل بدل ہوتا رہتا تھا یہاں تک کہ حضور کے دین کے ساتھ پہلے کے تمام دین منسوخ ہو گئے اور نہ منسوخ ہونے والا نہ بدلنے والا ہمیشہ رہنے والا دین اسلام آپ کو ملا جس پر ایک جماعت قیامت تک قائم رہے گی اور اس پاک دین کا جھنڈا قیامت تک لہراتا رہے گا۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت علانی بھائی ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ بھائیوں کی ایک قسم تو علانی ہے جن کا باپ ایک ہو، مائیں الگ الگ ہوں۔ ایک قسم اخیانی جن کی ماں ایک ہو اور باپ جدا گانہ ہوں۔ اور ایک یعنی بھائی ہیں جن کا باپ بھی

ایک ہو اور ماں بھی ایک ہو۔ پس تمام انبیاء کا دین ایک ہے، یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور شریعت مختلف ہیں بہ اعتبار احکام کے اس لئے انہیں علاقائی بھائی فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی تکبیر اولیٰ کے بعد نماز میں اِنِّیْ وَجْهْتُ اور یہ آیت پڑھ کر پھر یہ پڑھتے اللھم انت الملک لا الہ الا انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب الا انت واهدنی لاحسن الاخلاق لا یهدی لاحسنها الا انت واصرف عنی سینہا لا یصرف عنی سینہا الا انت تبارکت وتعالیت استغفرک واتوب الیک یہ حدیث لمبی ہے۔ اس کے بعد راوی نے رکوع وجمہرہ اور تشہد کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

قُلْ اَغْبِرَ اللّٰهَ اَبْنٰی رَبًّا وَهُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا تَكْسِبُ
کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی
رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فِیَنْبِئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ تمام چیزوں کا رب تو وہی ہے ہر برے کام کرنے والے پر اسکا بوجھ ہے کوئی بوجھ والا دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا پھر تم سب کا لوٹنا تمہارے رب کی طرف ہی ہے پھر تمہارے تمام اختلافات کی خبر وہی تمہیں دیگا ○

جھوٹے معبود غلط سہارے ☆ ☆ (آیت: ۱۶۳) کا فروں کو نہ تو خلوص عبادت نصیب ہے نہ سچا توکل رب میرے ان سے کہہ دے کہ کیا میں بھی تمہاری طرح اپنے اور سب کے سچے معبود کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بنا لوں؟ میری پرورش کرنے والا حفاظت کرنے والا مجھے بچانے والا میرے کام بنانے والا میری بگڑی کو سنوارنے والا تو اللہ ہی ہے پھر میں دوسرے کا سہارا کیوں لوں؟ مالک و خالق کو چھوڑ کر بے بس اور محتاج کے پاس کیوں جاؤں؟ گویا اس آیت میں توکل علی اللہ اور عبادت رب کا حکم ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں عموماً ایک ساتھ بیان ہو کرتی ہیں جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں اور فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ میں اور قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمْنٰبِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا میں اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا میں اور دوسری آیات میں بھی۔

پھر قیامت کے دن کی خبر دیتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل و انصاف سے ملے گا۔ نیکوں کو نیک بدوں کو بد ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے، کوئی قربانہ دوسرے کے عوض پکڑا نہ جائے گا، اس دن ظلم بالکل ہی نہ ہوگا، نہ کسی کے گناہ بڑھائے جائیں گے نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی ہاں جن کے داکیں ہاتھ میں اعمال نامے ملے ہیں ان کے نیک اعمال کی برکت ان کی اولاد کو بھی پہنچے گی۔ جیسے فرمان ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَتَّبَعْتَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ بِاِيْمَانٍ لَّا نُلَاقِيْكَ اَوْرَاقًا وَاُولَٰئِكَ يَلْمِزُكَ اَفْئِدَةً مِّنْ اَفْئِدَةٍ مَّوَدَّةٍ وَّكَانُوا رِجَالًا حٰقِقًا يَّوْمَئِذٍ يَّحْمِلُوْنَ وِزْرَهُمْ حِمْلًا مَّرْكُومًا جیسے فرمایا ہے اور ان کی اولاد نے بھی ان کے ایمان میں ان کی تابعداری کی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے بلند درجوں میں پہنچادیں گے گوان کے اعمال اس درجے کے نہ ہوں لیکن چونکہ ان کی ایمان میں شرکت ہے اس لئے درجات میں بھی بڑھادیں گے اور یہ درجے ماں باپ کے درجے گھٹا کر نہ بڑھیں گے بلکہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہوگا۔ ہاں برے لوگ اپنے بد اعمال کے جھگڑے میں گھرے ہوں گے۔ تم بھی عمل کئے جا رہے ہو، ہم بھی کئے جا رہے ہیں اللہ کے ہاں سب کو جانا ہے، وہاں اعمال کا حساب ہوتا ہے، پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق اور رضائے رب، مرضی مولیٰ کس کے ساتھ تھی؟ ہمارے اعمال سے تم اور تمہارے اعمال سے ہم اللہ کے ہاں پوچھے نہ جائیں گے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں

سچے فیصلے ہوں گے اور وہ با علم اللہ ہمارے درمیان سچے فیصلے فرمادے گا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ خَلْفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيُبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ
وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۵﴾

اسی نے تمہیں زمین میں نایب بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی ہے تاکہ اس نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنے، بیشک تیرا رب جلد سزا دینے والا بھی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بخشش مہربانی کرنے والا بھی ہے ○

اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۶۵) اس اللہ نے تمہیں زمین کا آباد کرنے والا بنایا ہے۔ وہ تمہیں یکے بعد دیگرے پیدا کرتا رہتا ہے ایسا نہیں کیا کہ زمین پر فرشتے بستے ہوں۔ فرمان ہے عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ ”ممكن ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو عارت کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا کر آزماے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟“ اس نے تمہارے درمیان مختلف طبقات بنائے، کوئی امیر ہے، کوئی غریب ہے، کوئی خوش خو ہے، کوئی بد اخلاق ہے، کوئی خوبصورت ہے، کوئی بد صورت یہ بھی اس کی حکمت ہے، اسی نے روزیاں تقسیم کی ہیں، ایک کو ایک کے ماتحت کر دیا ہے۔ فرمان ہے اُنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمُ الْآخَرَ دیکھ لے کہ ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسے فضیلت دی ہے؟ اس سے منشاء یہ ہے کہ آزمائش و امتحان ہو جائے۔ امیر آدمیوں کا شکر، فقیروں کا صبر معلوم ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دنیا مٹھی اور سبز رنگ ہے اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس تمہیں دنیا سے ہوشیار رہنا چاہئے اور عورتوں کے بارے میں بہت احتیاط سے رہنا چاہئے، بنو اسرائیل کا پہلا قذح عورتیں ہی تھیں۔ اس سورت کی آخری آیت میں اپنے دونوں وصف بیان فرمائے۔ عذاب کا بھی، ثواب کا بھی، پکڑ کا بھی اور بخشش کا بھی، اپنے نافرمانوں پر ناراضگی کا اور اپنے فرمانبرداروں پر رضامندی کا۔ عموماً قرآن کریم میں یہ دونوں صفیں ایک ساتھ ہی بیان فرمائی جاتی ہیں۔

جیسے فرمان ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ اور آیت میں ہے نَبِيٌّ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ یعنی تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔ پس ان آیات میں رغبت و رہبت دونوں ہیں، اپنے فضل کا اور جنت کا لالچ بھی دیتا ہے اور آگ کے عذاب سے دھمکا تا بھی ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں وصفوں کو الگ الگ بیان فرماتا ہے تاکہ عذابوں سے بچنے اور نعمتوں کے حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام کی پابندی اور اپنی ناراضگی کے کاموں سے نفرت نصیب فرمائے اور ہمیں کامل یقین عطا فرمائے کہ ہم اس کے کلام پر ایمان و یقین رکھیں، وہ قریب و مجیب ہے وہ دعاؤں کا سننے والا ہے، وہ جواد کریم اور وہاب ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر مومن صحیح طور پر اللہ کے عذاب سے واقف ہو جائے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے جنت کے حصول کی آس ہی نہ رہے اور اگر کافر اللہ کی رحمت سے کما حقہ واقف ہو جائے تو کسی کو بھی جنت سے مایوسی نہ ہو۔ اللہ نے سورتیں بنائی ہیں جن میں سے صرف ایک بندوں کے درمیان رکھی ہے اسی سے ایک دوسرے پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ باقی ننانوے تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں یہ حدیث ترمذی اور

مسلم شریف میں بھی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ایک کتاب لکھی جو عرش پر اس کے پاس ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سوحے کئے جن میں سے ایک کم ایک سو تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا اسی ایک حصے میں مخلوق کو ایک دوسرے پر شفقت و کرم ہے یہاں تک کہ جانور بھی اپنے بچے کے جسم سے اپنا پاؤں رحم کھا کر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔
الحمد للہ سورۃ انعام کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الاعراف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْمَصِّ ۱ كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ
حَرْجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۲ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ
إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۳ قَلِيلًا مَّا
تَذَكَّرُونَ ۴

اللہ رحم کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

یہ ہے وہ کتاب جو تیری طرف نازل فرمائی گئی ہے پس اس کی تبلیغ سے تیرے سینے میں کوئی تنگی نہ ہونی چاہئے یہ اس لئے اتاری گئی ہے کہ اس کے ساتھ تو لوگوں کو چوکنا کر دے اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہو جائے ○ اسی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اس کے سوائے اور رفیقوں کی تابعداری میں نہ لگ جانا تم تو بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو ○

(آیت: ۱-۳) اس سورت کی ابتداء میں جو حروف ہیں ان کے متعلق جو کچھ بیان ہمیں کرنا تھا اسے تفصیل کے ساتھ سورۃ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں مع اختلاف علماء کے ہم لکھ آئے ہیں۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ ”اس سے مراد انا اللہ افضل ہے یعنی میں اللہ ہوں“ میں تفصیل وار بیان فرما رہا ہوں۔“

سعید بن جبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ یہ کتاب قرآن کریم تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس میں کوئی شک نہ کرنا، تنگ دل نہ ہونا، اس کے پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرنا، نہ کسی کا لحاظ کرنا، بلکہ سابقہ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر و استقامت کے ساتھ کلام اللہ کی تبلیغ مخلوق الہی میں کرنا، اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ تو کافروں کو ڈرا کر ہوشیار اور چوکنا کر دے یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت و عبرت و عطا اور نصیحت ہے۔“ اس کے بعد تمام دنیا کو حکم ہوتا ہے کہ ”اس نبی امی کی پوری پیروی کرو“ اس کے قدم بہ قدم چلو، یہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہے، کلام اللہ تمہارے پاس لایا ہے۔ وہ اللہ تم سب کا خالق مالک ہے اور تمام جان داروں کا رب ہے۔ خبردار ہرگز ہرگز نبی سے ہٹ کر دوسرے کی تابعداری نہ کرنا ورنہ حکم عدولی پر سزا ملے گی، افسوس تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“ جیسے فرمان ہے کہ ”گوتم چاہو لیکن اکثر لوگ اپنی بے ایمانی پراڑے ہی رہیں گے۔“ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد

فرماتے ہیں وَإِنْ تُطِيعْ أَكْثَرَهُمْ فِي الْأَرْضِ يُضْلُوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ یعنی ”اگر تو انسانوں کی کثرت کی طرف جھک جائے گا تو وہ تجھے بہکا کر ہی چین لیں گے۔“ سورہ یوسف میں فرمان ہے ”اکثر لوگ اللہ کو مانتے ہوئے بھی شرک سے باز نہیں رہتے۔“

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٥﴾
فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا
كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ
وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾ فَلَنَقْضَنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا
غَآئِبِينَ ﴿٨﴾

بہت سی وہ بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ان کے پاس ہمارا عذاب یا تورات کے وقت آ گیا یا اس حالت میں کہ وہ دوپہر کے آرام میں تھے ○ پس جب ان کے پاس ہمارا عذاب آ گیا تو انہیں یہ کہتے بن پڑی کہ بیشک ہم ہی نا انصاف تھے ○ پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ہی سوال کریں گے جبکہ پاس رسول بھیجے گئے اور خود رسولوں سے بھی ○ پھر ہم ان کے سب کے سامنے اپنے علم سے سب کچھ بیان کر دیں گے اور ہم غائب تو تھے ہی نہیں ○

سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۴-۷) ان لوگوں کو جو ہمارے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے انہیں جھلاتے تھے تم سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں دنیا اور آخرت کی ذلت ان پر برس پڑی۔ جیسے فرمان ہے ”تجھ سے اگلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا“ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مذاق کرنے والوں کے مذاق نے انہیں تہہ و بالا کر دیا۔“ ایک اور آیت میں ہے۔ ”بہت سی ظالم بستیاں کو ہم نے غارت کر دیا جو اب تک الٹی پڑی ہیں“ اور جگہ ارشاد ہے بہت سے اترتے ہوئے لوگوں کے شہر ہم نے ویران کر دیئے دیکھ لو کہ اب تک ان کے کھنڈرات تمہارے سامنے ہیں جو بہت کم آباد ہوئے حقیقتاً وارث و مالک ہم ہی ہیں ایسے ظالموں کے پاس ہمارے عذاب اچانک آ گئے اور وہ اپنی غفلتوں اور عیاشیوں میں مشغول تھے کہیں دن کو دوپہر کے آرام کے وقت کہیں رات کے سونے کے وقت۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ یعنی لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے سوتے ہوئے راتوں رات اچانک ہمارا عذاب آ جائے یا انہیں ڈر نہیں کہ دن دیہاڑے دوپہر کو ان کے آرام کے وقت ان پر ہمارے عذاب آ جائیں؟ اور آیت میں ہے کہ مکار یوں کی وجہ سے ہماری نافرمانیاں کرنے والے اس بات سے غرور ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان کے پاس عذاب الہی اس طرح آ جائے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے یا اللہ انہیں ان کی بے خبری میں آرام کی گھڑیوں میں ہی پکڑ لے کوئی نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے تو رب کی رحمت و رأفت ہے کہ جو گنہگار زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آ جانے کے بعد تو یہ خود اپنی زبانوں سے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے لیکن اس وقت کیا نفع؟ اسی مضمون کو آیت وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ بَيَانَ فَرَمَا يَہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا۔ عبد الملک سے جب یہ حدیث ان کے شاگردوں نے سنی تو دریافت کیا کہ اس کی صورت کیا ہے؟ تو آپ نے یہ آیت فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا پڑھ کر سنائی۔ پھر فرمایا امتوں سے بھی ان کے رسولوں سے بھی یعنی سب سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔ جیسے فرمان ہے وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ یعنی اس دن ندا کی جائے گی اور دریافت کیا جائے گا کہ تم

نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اس آیت میں امتوں سے سوال کیا جانا بیان کیا گیا ہے۔ اور آیت میں ہے یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَأُجِبْتُمْ الخ، رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں، غیب کا جاننے والا تو بے شک تو ہی ہے۔ پس امت سے رسولوں کی قبولیت کی بابت اور رسولوں سے تبلیغ کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، تم میں سے ہر ایک با اختیار ہے اور اپنے زیر اختیار لوگوں کی بابت اس سے سوال کیا جانے والا ہے بادشاہ سے اس کی رعایا کا، ہر آدمی سے اس کے اہل و عیال کا، ہر عورت سے اس کے خاوند کے گھر کا، ہر غلام سے اس کے آقا کے مال کا سوال ہوگا۔ راوی حدیث حضرت طاؤسؓ نے اس حدیث کو بیان فرما کر پھر آیت کی تلاوت کی۔ اس زیادتی کے بغیر یہ حدیث بخاری و مسلم کی نکالی ہوئی بھی ہے اور زیادتی ابن مردویہ نے نقل کی ہے۔ قیامت کے دن اعمال نامے رکھے جائیں گے اور سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کی خبر دے گا، کسی کے عمل کے وقت اللہ غائب نہ تھا، ہر ایک چھوٹے بڑے چھپے کھلے عمل کی اللہ کی طرف سے خبر دی جائے گی اللہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ وہ کسی چیز سے غافل ہے۔ آنکھوں کی خیانت سے سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہوتا ہے، اسے بھی وہ جانتا ہے، تر اور خشک چیز اس کے پاس کھلی کتاب میں موجود ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۖ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝

اس دن عدل و انصاف کے ساتھ اعمال کا تول ہونا ہی ہے، جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا، وہ چھٹکارا پانے والے ہیں ○ اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو گیا، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کیا کیونکہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ○

میزان اور اعمال کا دین: ☆ ☆ (آیت: ۸-۹) قیامت کے دن نیکی بڑی انصاف و عدل کے ساتھ تولی جائے گی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ جیسے فرمان ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقَسِطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ الخ قیامت کے دن ہم عدل کی ترازو دکھیں گے، کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا، رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔ اور آیت میں ہے ”اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا“ وہ نیکی کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ ”سورہ القارعہ میں فرمایا جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، اسے عیش و نشاط کی زندگی ملی اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا، اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کے خزانے کا نام ہے۔

اور آیت میں ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ یعنی جب نوحہ پھونک دیا جائے گا تو سارے رشتے ناتے اور نسب حسب ٹوٹ جائیں گے، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، اگر تول میں نیک اعمال بڑھ گئے تو فلاح پائی، ورنہ خسارے کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

فصل: کوئی تو کہتا ہے کہ خود اعمال تولے جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے، نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے، خود عمل کرنے والے تولے جائیں گے۔ کبھی نامہ اعمال کبھی خود اعمال کرنے والے واللہ اعلم۔ ان تینوں باتوں کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اعمال گواہی بے جسم چیز ہیں، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جسم عطا فرمائے گا جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل

عمران قیامت کے دن دوسرا نبانوں کی یاد و بادلوں کی یاد پر پھیلائے ہوئے پرندوں کے دو جھنڈ کی صورت میں آئیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ قرآن اپنے قاری اور عامل کے پاس ایک نوجوان خوش شکل نورانی چہرے والے کی صورت میں آئے گا، یہ اسے دیکھ کر پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ یہ کہے گا میں قرآن ہوں اور جو تجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا اور دن میں پانی پینے سے روکتا تھا۔ حضرت براؤ والی حدیث میں جس میں قبر کے سوال جواب کا ذکر ہے اس میں یہ بھی فرمان ہے کہ مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت خوشبودار آئے گا، یہ اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اور کافر و منافق کے پاس اس کے برخلاف شخص کے آنے کا بیان ہے، یہ تو تمہیں پہلے قول کی دہلیس۔ دوسرے قول کی دہلیس یہ ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانونے (۹۹) دفتر پھیلائے جائیں گے جس میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہوگا جتنی دور تک نظر پہنچے پھر ایک پرچہ نیک لایا جائے گا جس پر لا الہ الا اللہ ہوگا، یہ کہے گا یا اللہ یہ اتنا سا پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس سے بے خطر رہ کہ تجھ پر ظلم کیا جائے۔ اب وہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو وہ سب دفتر اونچے ہو جائیں گے اور یہ سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائیں گے (ترمذی) تیسرا قول بھی دلیل رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن ایک چھھر کے پر کے برابر بھی وزن اللہ کے پاس اس کا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعریف میں جو احادیث ہیں ان میں ہے کہ حضور نے فرمایا ان کی پتلی پنڈلیوں پہ نہ جانا اللہ کی قسم اللہ کے نزدیک یہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ قَلِيلًا
مَا تَشْكُرُونَ

ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کا ٹھکانا بھی دیا اور وہیں تمہاری زندگی کے اسباب بھی مہیا کر دیئے لیکن تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو

اللہ تعالیٰ کے احسانات: ☆☆ (آیت: ۱۰) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے رہنے سہنے کے لئے بنائی، اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے کہ پہلے جلے نہیں، اس میں چشمے جاری کئے، اس میں منزلیں اور گھر بنانے کی طاقت انسان کو عطا فرمائی اور بہت سی نفع کی چیزیں اس لئے پیدا فرمائیں، ابر مقرر کر کے اس میں سے پانی برسا کر ان کے لئے کھیت اور باغات پیدا کئے۔ تلاش معاش کے وسائل مہیا فرمائے، تجارت اور کمائی کے طریقے سکھا دیئے، باوجود اس کے اکثر لوگ پوری شکر گزاری نہیں کرتے ایک آیت میں فرمان ہے وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے بیٹھو تو یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں، لیکن انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے۔ معاش تو جمہور کی قرأت ہے لیکن عبدالرحمن بن ہر مزاعرج معاش پڑھتے ہیں اور ٹھیک وہی ہے جس پر اکثریت ہے، اس لئے کہ معاش جمع ہے معیشتہ، کی اس کا باب عَاشَ يَعِيشُ عَيْشًا ہے معیشتہ، کی اصل معیشتہ ہے۔ کسرہ تقلیل تھا نقل کر کے ماقل کو یا معیشتہ ہو گیا لیکن جمع کے وقت پھر کسرہ پر آ گیا کیونکہ اب ثقل نہ رہا۔ پس مَفَاعِلُ کے وزن پر معاش ہو گیا کیونکہ اس کلمہ میں ”یا“ اصلی ہے۔ بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے جو مدینہ، صحیفہ اور بصیرہ کی جمع ہے۔ باب مدن صحف اور ابصر سے ان میں چونکہ ”یا“ زائد ہے اس لئے ہمزہ دی جاتی ہے اور مفاعل کے وزن پر جمع آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا
لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۱۱۵﴾

ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کریں چنانچہ سوائے ابلیس کے سب نے کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا

ابلیس، آدم (علیہ السلام) اور نسل آدم: ﴿آیت: ۱۱﴾ اللہ تعالیٰ انسان کے شرف کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو میں نے خود ہی بنایا اور ابلیس کی عداوت کو بیان فرما رہا ہے کہ اس نے تمہارے باپ آدم کا حسد کیا، ہمارے فرمان سے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس نے نافرمانی کی، پس تمہیں چاہئے کہ دشمن کو دشمن سمجھو، اس کے داؤچ سے ہوشیار رہو۔ اسی واقعہ کا ذکر آیت وَاذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْهُم مِّنْ مَّنِي سے بنایا، انسانی صورت عطا فرمائی، پھر اپنے پاس سے اس میں روح پھونکی، پھر اپنی شان کی جلالت منوانے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جھک جاؤ، سب نے سنتے ہی اطاعت کی لیکن ابلیس نہ مانا، اس واقعہ کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم خلاصہ وار لکھ آئے ہیں۔ اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے اور اسی کو امام بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پسند فرمایا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انسان اپنے باپ کی پیٹھ میں پیدا کیا جاتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں صورت دیا جاتا ہے اور بعض سلف نے بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں مراد اولاد آدم ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ آدم کو پیدا کیا، پھر اس کی اولاد کی صورت بنائی، لیکن یہ سب اقوال غور طلب ہیں، کیونکہ آیت میں اس کے بعد ہی فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہی ہوا تھا، جمع کے صیغہ سے اس کا بیان اس لئے ہوا کہ حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں، آیت وَيَظَلُّنَا عَلَيْكُمُ الْعَمَامُ الخ اس کی نظیر ہے۔ یہاں خطاب ان بنی اسرائیل سے ہے جو حضور کے زمانے میں موجود تھے اور دراصل ابر کا سایہ ان کے سابقہ لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھے نہ کہ ان پر، لیکن چونکہ ان کے اکابر پر سایہ کرنا ایسا احسان تھا کہ ان کو بھی اس کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا، اس لئے انہی کو خطاب کر کے اپنی وہ نعمت یاد دلائی۔ یہاں یہ بات واضح ہے اس کے بالکل برعکس آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ الخ ہے کہ مراد آدم ہیں کیونکہ صرف وہی مٹی سے بنائے گئے، ان کی کل اولاد نطفے سے پیدا ہوئی اور یہی صحیح ہے کیونکہ مراد جنس انسان ہے نہ کہ معین۔ واللہ اعلم۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْبُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ
خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۱۱۶﴾

جناب باری نے فرمایا کہ تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ جبکہ تجھے میرا حکم ہو چکا تھا، اس نے جواب دیا میں اس میں افضل ہوں، مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے

عذر گناہ بدتر از گناہ: ﴿آیت: ۱۲﴾ ﴿الْأَنْسُحُدَ﴾ میں لا بقول بعض نحویوں کے زائد ہے اور بعض کے نزدیک انکار کی تاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہ شاعر کے قول ما ان را بت ولا سمعت بمثلہ میں ”ما“ نافیہ پر ”ان“ نفی کے لئے صرف تاکید داخل ہوا ہے۔ اسی

طرح یہاں بھی ہے کہ پہلے لَمْ یَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ہے پھر مَا مَنَعَكَ الَّا تَسْجُدَ ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں اقوال کو بیان کر کے انہیں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں منعك ایک دوسرے فعل مقدر کا متضمن ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی مَا اَحْوَجَكَ وَالزَّمَكَ وَاضْطَرَّكَ الَّا تَسْجُدَ اِذَا مَرَّتْكَ یعنی تجھے کس چیز نے بے بس محتاج اور ملزم کر دیا ہے کہ تو سجدہ نہ کرے؟ وغیرہ یہ قول بہت ہی قوی ہے اور بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ابلیس نے جو وجہ بتائی، سچ تو یہ ہے کہ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہے۔ گویا وہ اطاعت سے اس لئے باز رہتا ہے کہ اس کے نزدیک فاضل کو مفضول کے سامنے سجدہ کئے جانے کا حکم ہی نہیں دیا جاسکتا، تو وہ ملعون کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں، پھر مجھے اس کے سامنے جھکنے کا حکم کیوں ہو رہا ہے؟ پھر اپنے بہتر ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ میں آگ سے بنایا مٹی سے ملعون اصل عنصر کو دیکھتا ہے اور اس فضیلت کو بھول جاتا ہے کہ مٹی والے کو اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح پھونکی ہے، پس اس وجہ سے کہ اس نے فرمان الہی کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور سجدے سے رک گیا، اللہ کی رحمتوں سے دور کر دیا گیا اور تمام نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس ملعون نے اپنے قیاس اور اپنے دعوے میں بھی خطا کی۔ مٹی کے اوصاف ہیں نرم ہونا، حامل مشقت ہونا، دوسروں کا بوجھ سہارنا، چیزوں کو اگانا، بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا وغیرہ اور آگ کی صفت ہے جلدی کرنا، جلا دینا، بے چینی پھیلانا، پھونک دینا، اسی وجہ سے ابلیس اپنے گناہ پر اڑ گیا اور حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کی معذرت کی، اس سے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا، رب کے احکام کو تسلیم کیا، اپنے گناہ کا اقرار کیا، رب سے معافی چاہی، بخشش کے طالب ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، ابلیس آگ کے شعلے سے اور انسان اس چیز سے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے یعنی مٹی سے (مسلم) ایک اور روایت میں ہے، فرشتے نور عرش سے جنات آگ سے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حور عین زعفران سے بنائی گئی ہیں۔ امام حسن فرماتے ہیں، ابلیس نے یہ کام کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے قیاس کا دروازہ کھولا، اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے یا در کھوسورج چاند کی پرستش اسی کی بدولت شروع ہوئی ہے اور اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ
إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۷۶﴾
قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۷۷﴾ قَالَ فِيمَا آغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۷۸﴾ ثُمَّ لَا تِيَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ﴿۷۹﴾

اس پر اللہ نے فرمایا، تو جنت سے اتر جا، تیری اتنی ہستی نہیں کہ تو یہاں شیخی خوری کرے، جا نکل، تو بڑے ہی ذلیلوں میں سے ہے ○ کہنے لگا مجھے دوبارہ کھڑا کئے جانے کے دن تک کی مہلت عطا فرما ○ جواب ملا کہ ہاں ہاں تو مہلت دینے گئے ہوں میں سے ہے ○ شیطان کہنے لگا چونکہ تو نے مجھے بے راہ کر دیا ہے، اب میں تیری سیدھی راہ پر انہیں بہکانے کے لئے بیٹھ جاؤں گا ○ اور ان کے پاس ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے آتا

رہوں گا تو ان میں سے اکثروں کا اپنا شکر گزار نہ پائے گا ○

نافرمانی کی سزا: ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۵) ابلیس کو اسی وقت حکم ملا کہ ”میری نافرمانی اور میری اطاعت سے رکنے کے باعث اب تو یہاں جنت میں نہیں رہ سکتا، یہاں سے اتر جا کیونکہ یہ جگہ تکبر کرنے کی نہیں۔“ بعض نے کہا ہے فیہا کی ضمیر کا مرجع منزلت ہے یعنی جن ملکوت اعلیٰ میں تو ہے اس مرتبے میں کوئی سرکش رہ نہیں سکتا، جا یہاں سے چلا جا تو اپنی سرکشی کے بدلے ذلیل و خوار ہستیوں میں شامل کر دیا گیا، تیری ضد اور ہٹ کی یہی سزا ہے۔ اب لعین گھبرایا اور اللہ سے مہلت چاہنے لگا کہ مجھے قیامت تک کی ڈھیل دی جائے۔ چونکہ جناب باری جل جلالہ کی اس میں مصلحتیں اور حکمتیں تھیں، اچھے اور بروں کو دنیا میں ظاہر کرنا تھا اور اپنی حجت پوری کرنا تھی اس ملعون کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اس حاکم پر کسی کی حکومت نہیں، اس کے سامنے بولنے کی کسی کو مجال نہیں، کوئی نہیں جو اس کے ارادے کو ٹال سکے، کوئی نہیں جو اس کے حکم کو بدل سکے، وہ سر بیع الحساب ہے۔

ابلیس کا طریقہ واردات، اس کی اپنی زبانی: ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۱۷) ابلیس نے جب عہد الہی لے لیا تو اب بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری میں بھی آدم کی اولاد کی راہ ماروں گا اور حق و نجات کے سیدھے راستے سے انہیں روکوں گا، تیری توحید سے بہکا کر، تیری عبادت سے سب کو ہٹا دوں گا۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ فیما میں ”با“ قسم کے لئے ہے، یعنی مجھے قسم ہے اپنی بربادی کے مقابلے میں اس کی اولاد کو برباد کر کے رہوں گا۔ عون بن عبد اللہ کہتے ہیں، میں مکے کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا لیکن صحیح یہی ہے کہ نیکی کے ہر راستے پر۔

چنانچہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لئے اسلام لانے والے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے کہ تو اپنے آپ اور اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑتا ہے۔ اللہ کو اگر بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ اس کی باتوں میں نہیں آتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ہجرت کی راہ سے روکنے کے لئے آڑے آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تو اپنے وطن کو کیوں چھوڑتا ہے؟ اپنی زمین و آسمان سے کیوں الگ ہوتا ہے؟ غربت و بے کسی کی زندگی کیوں اختیار کرتا ہے؟ لیکن مسلمان اس کے بہکاوے میں نہیں آتا اور ہجرت کر گذرتا ہے۔ پھر جہاد کی روک کے لئے آتا ہے اور جہاد مال سے ہے اور جان سے۔ اس سے کہتا ہے کہ تو کیوں جہاد میں جاتا ہے؟ وہاں قتل کر دیا جائے گا، پھر تیری بیوی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی، تیرا مال اور لوگوں کے قبضے میں چلا جائے گا، لیکن مسلمان اس کی نہیں مانتا اور جہاد میں قدم رکھ دیتا ہے، پس ایسے لوگوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں لے جائے گو وہ جانور سے گر کر ہی مرجائیں۔ اس دوسری آیت کی تفسیر میں ابن عباس کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے معاملہ میں شک و شبہ پیدا کرنا ہے۔ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رفتیں دلاؤں گا۔ دائیں طرف سے آنا امر دین کو مشکوک کرنا ہے، بائیں طرف سے آنا گناہوں کو لذیذ بنانا ہے، شیطانوں کا یہی کام ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان کہتا ہے میں اس کی دنیا و آخرت، نیکیاں، بھلائیوں سب تباہ کر دینے کی کوشش میں رہوں گا اور برائیوں کی طرف ان کی رہبری کروں گا۔ وہ سامنے سے آ کر کہتا ہے کہ جنت دوزخ قیامت کوئی چیز نہیں، وہ پشت کی جانب سے آ کر کہتا ہے، دیکھ دنیا کس قدر زینت دار ہے، وہ دائیں طرف سے آ کر کہتا ہے، خبردار نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے، وہ بائیں طرف سے آ کر کہتا ہے، دیکھ گناہ کس قدر لذیذ ہیں، پس ہر طرف سے آ کر ہر طرح بہکا تا ہے، ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اوپر کی طرف سے نہیں آ سکتا۔ اللہ کے بندے کے درمیان حائل ہو کر رحمت الہی کی روک نہیں بن سکتا، پس سامنے یعنی دنیا اور پیچھے یعنی آخرت اور دائیں یعنی اس طرح کہ دیکھیں اور بائیں یعنی اس طرح نہ دیکھ سکیں، یہ سب اقوال ٹھیک ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام خیر کے کاموں سے روکتا ہے اور شر کے تمام کام سمجھا جاتا ہے اور یہی سمت کا نام آیت میں نہیں وہ سمت رحمت رب کے آنے کے لئے خالی ہے اور وہاں شیطان کی روک نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اکثر لوگ تو شکر نہیں پائے گا یعنی موحد۔ ابلیس کو یہ وہم ہی وہم تھا لیکن نکلا مطابق واقعہ۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهُ اَنْ يَّعْنِي اَبْلِيسُ نَعْنِي اَبْلِيسُ نے اپنا گمان پورا کر دکھا یا سوائے مومنوں کی پاکباز جماعت کے اور لوگ اس کے مطیع بن گئے حالانکہ شیطان کی کچھ حکومت تو ان پر نہ تھی مگر ہاں ہم صحیح طور سے ایمان رکھنے والوں کو اور شکی لوگوں کو الگ الگ کر دینا چاہتے تھے تیرا رب ہر چیز کا حافظ ہے۔ مسند بزار کی ایک حسن حدیث میں ہر طرف سے پناہ مانگنے کی ایک دعا آئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں اللھم انی اسئلك العفو والعافیة فی دینی و دنیاوی و اھلی و مالی اللھم استر عوراتی و امن روعاتی و احفظنی من بین یدی و من خلفی و عن یمینی و عن شمالی و من فوقی و اعوذ بک اللھم ان اغتال من تحتی مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ ہر صبح شام اس دعا کو پڑھتے تھے اللھم انی اسئلك العافیة فی الدین و الاخرة اس کے بعد کی دعا کے کچھ فرق سے قریباً وہی الفاظ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

قَالَ اَخْرَجَ مِنْهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمَلَنَّ
 جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِينَ ۝ وَيَا ادمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ
 فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا
 مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ فَوَسَّوَسَ لَهَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهَا مَا وَّرٰى
 عَنْهَا مِنْ سَوَاتِحِهَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ
 الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَكِيْنَ اَوْ تَكُونَا مِنَ
 الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّي لَكُمَا لِنٰصِحِيْنَ ۝

فرمایا یہاں سے نکل باہر ہو تو ذلیل و خوار اور رند اور درگاہ ہو کر ان انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا میں تم سب سے جہنم کو پرگردوں گا ○ اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو سو اور جہاں سے چاہو کھاؤ پیو مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ○ لیکن شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر وہ چیزیں کھول دے جو ان پر پوشیدہ کر دی گئی تھیں یعنی ان کی شرمگاہیں اور کہنے لگا تمہارے پروردگار نے جو اس درخت سے تمہیں روک دیا ہے یہ صرف اس لئے نہیں ایسا نہ ہو کہ تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ ○ اور ان کے سامنے تمہیں کھا کر انہیں یقین دلانے لگا کہ میں تمہارے خیر خواہوں میں ہوں ○

اللہ تعالیٰ کے نافرمان جہنم کا ایندھن ہیں ☆ ☆ (آیت: ۱۸) اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے فرشتوں کی جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے عیب دار کر کے اتار دیا جاتا ہے لفظ ”مذموم“ ماخوذ ہے ”ذام“ اور ”ذیم“ سے یہ لفظ بہ نسبت لفظ ”ذم“ کے زیادہ مبالغے والا ہے پس اس کے معنی عیب دار کے ہونے اور مدحور کے معنی دور کئے ہوئے کے ہیں مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس یہ ذلیل ہو کر اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر نیچے اتار دیا گیا اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوئی اور نکال دیا گیا اور فرمایا گیا کہ تو اور تیرے ماننے والے سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے فَاِنَّ جَهَنَّمَ حَزَّ اَوْ كُمُ الخ تمہاری سب کی سزا جہنم ہے۔ تو جس

طرح چاہے انہیں بہکا، لیکن اس سے مایوس ہو جا کہ میرے خاص بندے تیرے دوسو سو میں آ جائیں گے (کیونکہ) ان کا دیکھنا میں خود ہوں۔ پہلا امتحان اور اسی میں لغزش اور اس کا انجام: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۱) ابلیس کو نکال کر حضرت آدم دحوا کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دے دی گئی اس کا تفصیلی بیان سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ شیطان کو اس سے بڑا ہی حسد ہوا ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح سے ہوا انہیں بہکا کر اللہ کے خلاف کر دوں، چنانچہ جھوٹا افترا باندھ کر ان سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں پاؤ گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقا اور بیہنگی والا ملک مل جائے گا۔ یہاں ہے کہ ان سے کہا، تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے روکا گیا ہے کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ جیسے فرمان ہے یَسِّينُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَصَلُّوْا مطلب ہے کہ لئلا تَصَلُّوْا اور آیت میں ہے اَنْ تَمِيْدُ بَكُمْ يٰٰهٰٓؤُنَّ يٰٰمَنْ يُّمَلِّكُ يٰٰهٰٓؤُنَّ يٰٰمَنْ يُّمَلِّكُ يٰٰهٰٓؤُنَّ مطلب ہے۔ مَلَائِكِيْنَ كِي دوسری قرأت مَلَائِكِيْنَ بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت لام کے زبر کے ساتھ ہے۔ پھر اپنا اعتبار جمانے کے لئے تمہیں کھانے لگا کہ دیکھو میری بات کو سچ مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں، ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں تم اسے کھا لو بس پھر یہیں رہو گے، بلکہ فرشتے بن جاؤ گے۔ قاسم باب مفاعلہ سے ہے اور اس کی خاصیت طر فین کی مشارکت ہے لیکن یہاں یہ خاصیت نہیں ہے، ایسے اشعار بھی ہیں جہاں قاسم آیا ہے اور صرف ایک طرف کے لئے۔ اس قسم کی وجہ سے اس خبیث کے بہکاوے میں حضرت آدم آ گئے۔ سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان اللہ کو سچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ (مومن) اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔

فَدَلَّهْمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتَا لَهُمَا سَوَاتِهِمَا وَطَفِقَا
يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا
عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۗ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

غرض دھوکے سے انہیں مائل کر ہی لیا، جوں ہی انہوں نے اس درخت کو چکھا ان کی شرمگاہیں ان پر کھل گئیں اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اسی وقت ان کے رب نے انہیں آواز دی کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا؟ اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے؟ ○ دونوں دعائیں کرنے لگے کہ ہمارے پروردگار بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم نامراد اور برباد ہو جائیں گے ○

لغزش کے بعد کیا ہوا؟: ☆ ☆ (آیت: ۲۲-۲۳) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مثل درخت کھجور کے بہت لمبا تھا اور سر پر بہت لمبے لمبے بال تھے درخت کھانے سے پہلے انہیں اپنی شرمگاہ کا علم بھی نہ تھا، نظری نہ پڑی تھی، لیکن اس خطا کے ہوتے ہی وہ ظاہر ہو گئی، بھاگنے لگے تو بال ایک درخت میں الجھ گئے، کہنے لگے اے درخت مجھے چھوڑ دے، درخت سے جواب ملا، ناممکن ہے، اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کہنے لگے یا اللہ شرمندگی ہے، شرمسار ہوں“ گویہ روایت مرفوع بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوف ہونا ہی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں ”درخت کا پھل کھا لیا اور چھپانے کی چیز ظاہر ہو گئی“

جنت کے پتوں سے چھپانے لگے ایک کو ایک کونے پر چپکانے لگے، حضرت آدمؑ مارے غیرت کے ادھر ادھر بھاگنے لگے، لیکن ایک درخت کے ساتھ الجھ کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے ندادی کہ آدمؑ مجھ سے بھاگتا ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں یا اللہ مگر شرماتا ہوں، جناب باری نے فرمایا، آدمؑ جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا تھا، کیا وہ تجھے کافی نہ تھا؟ آپ نے جواب دیا، بے شک کافی تھا، لیکن یا اللہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر تیری قسم کھا کر جھوٹ کہے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اب تو میری نافرمانی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور تکلیفیں اٹھانا ہوں گی۔

چنانچہ جنت سے دونوں کو اتار دیا گیا، اب اس کشادگی کے بعد یہ تنگی ان پر بہت گراں گذری، کھانے پینے کو ترس گئے، پھر انہیں لوہے کی صنعت سکھائی گئی، کھیتی کا کام بتایا گیا، آپ نے زمین صاف کی، دانے بوئے، وہ اگے بڑھے، بالیں نکلیں، دانے پکے، پھر توڑے گئے، پھر پیسے گئے، آنا گندھا، پھر روٹی تیار ہوئی، پھر کھائی۔ جب جا کر بھوک کی تکلیف سے نجات پائی۔ ”تین“ کے پتوں سے اپنا آگاہ چھپا چھپاتے پھرتے تھے، جوشل کپڑے کے تھے، وہ نورانی پردے جن سے ایک دوسرے سے یہ اعضاء چھپائے ہوئے تھے، نافرمانی ہوتے ہی ہٹ گئے اور وہ نظر آنے لگے۔ حضرت آدمؑ اسی وقت اللہ کی طرف رغبت کرنے لگے، تو بے استغفار کی طرف جھک پڑے، بخلاف ابلیس کے کہ اس نے سزا کا نام سنتے ہی اپنے ابلیسی ہتھیار یعنی ہمیشہ کی زندگی وغیرہ طلب کی، اللہ نے دونوں کی دعاسنی اور دونوں کو طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائیں۔“ مروی ہے کہ حضرت آدمؑ نے جب درخت سے کھا لیا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس درخت سے میں نے تمہیں روک دیا تھا، پھر تم نے اسے کیوں کھایا؟ کہنے لگے، حواء نے مجھے اس کی رغبت دلائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کی سزا یہ ہے کہ حمل کی حالت میں بھی تکلیف میں رہیں گی، بچہ ہونے کے وقت بھی تکلیف اٹھائیں گی، یہ سنتے حضرت حواء نے نوحہ شروع کیا، حکم ہوا کہ یہی تجھ پر اور تیری اولاد پر لکھ دیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے جناب باری میں عرض کی اور اللہ نے انہیں دعا سکھائی، انہوں نے دعا کی جو قبول ہوئی اور قصور معاف فرما دیا گیا۔ فالحمد للہ!

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۗ قَالَ فِيهَا تُحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ
وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۗ

فرمایا تم سب اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، تمہارے لئے زمین میں ہی ایک وقت مقرر رک رہنا سہنا ہے اور سامان زندگی بھی ○ یہ بھی فرمایا کہ یہیں سے زمین میں ہی زندگی گزارو گے اور یہیں تم مرو گے اور اسی سے تم نکال کھڑے کئے جاؤ گے ○

سفر ارضی کے بارہ میں یہودی روایات: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۵) بعض کہتے ہیں یہ خطاب حضرت آدمؑ حضرت حوا، شیطان ملعون اور سانپ کو ہے۔ بعض سانپ کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ ظاہر ہے کہ اصل مقصد حضرت آدمؑ ہیں اور شیطان ملعون۔ جیسے سورہ طہ میں ہے اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا حوا حضرت آدمؑ کے تابع تھیں اور سانپ کا ذکر اگر صحت تک پہنچ جائے تو وہ ابلیس کے حکم میں آ گیا۔ مفسرین نے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں کہ آدمؑ کہاں اترے اور شیطان کہاں پھینکا گیا وغیرہ۔ لیکن دراصل ان کا خروج بنی اسرائیل کی روایات ہیں اور ان کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس جگہ کے جان لینے سے کوئی فائدہ نہیں اگر ہوتا تو ان کا بیان قرآن میں یا حدیث میں ضرور ہوتا۔ کہہ دیا گیا کہ اب تمہارے قرار کی جگہ زمین ہے، وہیں تم اپنی مقررہ زندگی کے دن پورے کرو گے جیسے کہ ہماری پہلی کتاب لوح محفوظ میں پہلے سے ہی لکھا ہوا موجود ہے۔ اسی زمین پر جو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دبائے جاؤ گے اور پھر حشر و نشر بھی اسی میں ہوگا۔ جیسے فرمان ہے

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ پس اولاد آدم کی زندگی گزارنے کی جگہ بھی یہی ہے اور مرنے کی جگہ بھی یہی قبریں بھی اسی میں اور قیامت کے دن انھیں گے بھی اسی سے پھر بدلہ دیئے جائیں گے۔

يَبْنَىٰ اَدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَؤَاتِكُمْ
وَرِيثًا وَّلِبَاسَ التَّقْوَىٰ ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ
لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُوْنَ ﴿۵﴾

اے فرزند آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے جو تمہارے پردے کی چیزوں کو ڈھانپتا ہے اور ہم نے زینت کا پہناوا بھی اتارا ہے ہاں پرہیزگاری کا لباس وہی سب سے بہتر ہے یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ سمجھ بوجھ لیں ○

لباس اور داڑھی جمال و جلال: ☆ ☆ (آیت: ۲۶) یہاں اللہ تعالیٰ اپنا احسان یاد دلاتا ہے کہ اس نے لباس اتارا اور ریش بھی لباس تو وہ ہے جس سے انسان اپنا ستر چھپائے اور ریش وہ ہے جو بطور زینت رونق اور جمال کے پہنا جائے۔ لباس تو ضروریات زندگی سے ہے اور ریش زیادتی ہے ریش کے معنی مال کے بھی ہیں اور ظاہری پوشاک کے بھی ہیں اور جمال و خوش لباسی کے بھی ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نیا کرتے پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا تو فرمایا الحمد لله الذی کسانى ما واری به عورتى واتحمل به فى حیاتی پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اس کے گلے تک پہنچے ہی یہ دعا پڑھے پھر پرانا کپڑا راہ اللہ دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)۔ مسند احمد میں ہے حضرت علیؑ نے ایک نوجوان سے ایک کرتہ تین درہم میں خریدا اور اسے پہنا جب پہنچوں اور نخوں تک پہنچا تو آپ نے یہ دعا پڑھی الحمد لله الذی رزقنى من ریش من ماتحمل به فى الناس و اوارى به عورتى یہ دعائیں کر آپ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ اسے کپڑا پہننے کے وقت پڑھتے تھے یا آپ از خود اسے پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے حضور سے سنا ہے۔

لباس التقویٰ کی دوسری قرأت لباس التقویٰ سین کے زبر سے بھی ہے۔ رفع سے پڑھنے والے اسے مبتدا کہتے ہیں اور اس کے بعد کا جملہ اس کی خبر ہے۔ مکرّمہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کے دن پرہیزگاروں کو جو لباس عطا ہوگا وہ ہے۔ ابن جریر کا قول ہے ”لباس تقویٰ ایمان ہے۔“ ابن عباس فرماتے ہیں ”عمل صالح ہے اور اسی سے ہنس مکھ ہوتا ہے۔“ عروہ کہتے ہیں ”مراد اس سے شیت ربانی ہے۔“ عبدالرحمن کہتے ہیں ”اللہ کے ڈر سے اپنی ستر پوشی کرنا لباس تقویٰ ہے۔“ یہ تمام اقوال آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ مراد یہ سب کچھ ہے اور یہ سب چیزیں ملی جلی اور آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ ایک ضعیف سند والی روایت میں حضرت حسن سے مرقوم ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر نبوی پر کھلی گھنڈیوں کا کرتا پہنے ہوئے کھڑا دیکھا اس وقت آپ کتوں کے مار ڈالنے اور کبوتر بازی کی ممانعت کا حکم دے رہے تھے پھر آپ نے فرمایا لوگو اللہ سے ڈرو خصوصاً اپنی پوشیدگیوں میں اور چپکے چپکے کانٹا پھوسی کرنے میں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ تم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ جو شخص جس کام کو پوشیدہ سے پوشیدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسی کی چادر اس پر اعلانیہ ڈال دے گا اگر نیک ہے تو نیک اور اگر بد ہے تو بد پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اس سے

مراد خوش خلقی ہے۔ ہاں صحیح حدیث میں صرف اتنا مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن منبر پر کتوں کے قتل کرنے اور کبوتروں کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

يَبْنِيَّ اَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوِيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا اِنَّهٗ يَرِيْكُمْ هُوَ وَقَبِيْلَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطٰنِ اَوْلِيَا۟ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۗ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرْنَا بِهَآءِ اٰتٍ اَللّٰهُ لَا يَامُرُ بِالْفَحِشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۗ

اولاد آدم کہیں شیطان تمہیں بہکاندے جیسے کہ اس نے تمہارے والدین کو بہشت سے نکلوا دیا ان کے کپڑے ان سے اتروا دیے کہ انہیں ان کے پردے کی چیزیں دکھائے، تمہیں وہ اور اس کی قوم وہاں سے دیکھتی ہے جہاں سے تم انہیں نہ دیکھ سکو، ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا بار اور رفیق بنا دیا ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے ○ یہ لوگ جب کوئی بیہودہ حرکت کرتے ہیں تو صاف کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طریقے پر پایا ہے بلکہ اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے تو جواب دے کہ ناممکن ہے کہ اللہ برائیوں کا حکم دے کیا تم لوگ اللہ پر وہ باتیں جوڑ لیتے ہو جن سے تم بے علم ہو؟ ○

ابلیس سے بچنے کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۲۷) تمام انسانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ ہوشیار کر رہا ہے کہ دیکھو ابلیس کی مکاریوں سے بچتے رہنا، وہ تمہارا بڑا ہی دشمن ہے، دیکھو اسی نے تمہارے باپ آدم کو دار سردر سے نکالا اور اس مصیبت کے قید خانے میں ڈالا، ان کی پردہ درمی کی پس تمہیں اس کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے اَفْتَحْذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَا۟ۤ اَمِّنٌ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۭۤ اَبْسٌ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا یعنی کیا تم ابلیس اور اس کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو؟ مجھے چھوڑ کر؟ حالانکہ وہ تو تمہارا دشمن ہے ظالموں کا بہت ہی برا بدلہ ہے۔

جہالت اور طواف کعبہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۸) مشرکین ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی حالت میں طواف کریں گے۔ عورتیں بھی آگے کوئی چیز رکھنے کا ٹکڑا یا کوئی چیز رکھ لیتی تھی اور کہتی تھیں۔

اليوم يبيدو بعضه او كله وما بدامنه فلا احله

آج اس کا تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جتنا بھی ظاہر ہو، میں اسے اس کے لئے جائز نہیں رکھتی، اس پر آیت و اذافعلوا الخ نازل ہوئی ہے۔ یہ دستور تھا کہ قریش کے سوا تمام عرب بیت اللہ شریف کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر اللہ کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں، ہاں قریش جو اپنے آپ کو تمس کہتے تھے، اپنے کپڑوں میں بھی طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور ادھار دیے، وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتا تھا، یا وہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں، پھر طواف کے بعد ہی انہیں اتار ڈالتا تھا، اب یہ کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتے تھے، پس جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور تمس بھی اس کو اپنا کپڑا نہ دے تو اسے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے، خواہ عورت ہو خواہ مرد

عورت اپنے آگے کے عضو (شرمگاہ) پر ذرا سی کوئی چیز رکھ لیتی اور وہ کہتی جس کا بیان اوپر گذرا لیکن عموماً عورتیں رات کے وقت طواف کرتی تھیں یہ بدعت انہوں نے از خود گھڑ لی تھی۔ اس فعل کی دلیل سوائے باپ و دادا کی تقلید کے اور ان کے پاس کچھ نہ تھی، لیکن اپنی خوش فہمی اور نیک ظنی سے کہہ دیتے تھے کہ اللہ کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ فرمودہ رب نہ ہوتا تو ہمارے بزرگ اس طرح نہ کرتے اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں کرتا ایک تو برا کام کرتے ہو، دوسرے جھوٹ موٹ اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہو یہ چوری اور سینہ زوری ہے۔

قُلْ أَمْرٌ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۗ
فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا
الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۗ

کہہ دے کہ میرا رب تو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اپنے منہ ہر نماز کے وقت راست لو اور اسی کو پکارو اور آں حالیکہ تم اس کے لئے ہی خالص عبادت کرنے والے رہو اس نے جیسے کہ تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا ہو گے ○ ایک فرقے کو تو ہدایت کی اور ایک فرقہ ہے جس پر گمراہی ثابت ہو چکی ہے ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنا لیا اور باوجود اس کے گمان کرتے ہیں کہ راہ یافتہ ہیں ○

(آیت: ۲۹-۳۰) کہہ دے کہ رب العالمین کا حکم تو عدل و انصاف کا ہے استقامت اور دیانت داری کا ہے برائیوں اور گندے کاموں کے چھوڑنے کا ہے عبادت ٹھیک طور پر بجالانے کا ہے جو اللہ کے سچے رسولوں کے طریقہ کے مطابق ہوں، جن کی سچائی ان کے زبردست معجزوں سے اللہ نے ثابت کر دی ہے ان کی لائی ہوئی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرتے ہوں، جب تک اخلاص اور پیغمبری تابعداری کسی کام میں نہ ہو، اللہ کے ہاں وہ مقبول نہیں ہوتا۔ اس نے جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ دوبارہ بھی لوٹائے گا۔ دنیا میں بھی اسی نے پیدا کیا، آخرت کے دن بھی وہی قبروں سے دوبارہ پیدا کرے گا، پہلے تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں بنایا، اب مرنے کے بعد پھر وہ تمہیں زندہ کر دے گا، جیسے اس نے شروع میں تمہاری ابتدا کی تھی اسی طرح پھر سے تمہارا اعادہ کرے گا۔

چنانچہ حدیث میں بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ میں فرمایا لوگو تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں، ننگے بدنوں بے ختنہ جمع کئے جاؤ گے، جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدائش میں کیا تھا اسی کو پھر دہرائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے کر کے ہی رہنے والے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم میں بھی نکالی گئی ہے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جیسے ہم نے لکھ دیا ہے ویسے ہی تم ہوؤ گے ایک روایت میں ہے جیسے تمہارے اعمال تھے ویسے ہی تم ہوؤ گے یہ بھی معنی ہیں کہ جس کی ابتداء میں بدبختی لکھ دی ہے وہ بدبختی اور بداعمالی کی طرف ہی لوٹے گا اور درمیان میں نیک ہو گیا اور جس کی تقدیر میں شروع سے ہی نیکی اور سعادت لکھ دی گئی ہے وہ انجام کار نیک ہی ہوگا، گو اس سے کسی وقت برائی کے اعمال بھی سرزد ہو جائیں جیسے کہ فرعون کے زمانے کے جااد گروں کی ساری عمر سیاہ کاریوں اور کفر میں کئی لیکن آخر وقت مسلمان اولیاء ہو کر مرے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ تم میں سے ہر ایک کو ہدایت پر یا گمراہی پر پیدا کر چکا ہے ایسے ہی ہو کر تم ماں کے لطن سے نکلو گے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی پیدائش مومن و کافر ہونے کی حالت میں کی ہے جیسے فرمان ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ پھر

انہیں اسی طرح قیامت کے دن لوٹائے گا یعنی مومن و کافر کے گروہوں میں اسی قول کی تائید صحیح بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بام بھر کا یا ہاتھ بھر کا فرق رہ جاتا ہے پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کر جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے اعمال شروع کر دیتا ہے اور اسی میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی جہنمیوں کے اعمال کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ جہنم سے ایک ہاتھ یا ایک بام دور رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا آگے آ جاتا ہے اور وہ جنتیوں کے اعمال کرنے لگتا ہے اور جنت نشین ہو جاتا ہے۔ دوسری روایت بھی اسی طرح کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اس کے وہ کام لوگوں کی نظروں میں جہنم اور جنت کے ہوتے ہیں اعمال کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ اور حدیث میں ہے ہر نفس اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر تھا (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے جس پر مرا۔ اگر اس آیت سے مراد یہی لی جائے تو اس میں اس کے بعد فرمان فَاقِم وَجْهَكَ مِیْنِ بَخَارِی وَ مَسْلَمِ کی حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں اور صحیح مسلم کی حدیث جس میں فرمان باری ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موصود و حنیف پیدا کیا پھر شیطان نے ان کے دین سے انہیں بہکا دیا اس میں کوئی جمع کی وجہ ہونی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں دوسرے حال میں مومن و کافر ہونے کے لئے پیدا کیا گو پہلے حال میں تمام مخلوق کو اپنی معرفت و توحید پر پیدا کیا تھا کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ جیسے کہ اس نے ان سے روزِ یثاق میں عہد بھی لیا تھا اور اسی وعدے کو ان کی جبلت و گھٹی میں رکھ دیا تھا اس کے باوجود اس نے مقدمہ کیا تھا کہ ان میں سے بعض شقی اور بد بخت ہوں گے اور بعض سعید اور نیک بخت ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ اس نے تمہیں پیدا کیا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن۔ اور حدیث میں ہے ہر شخص صبح کرتا ہے پھر اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اسے آزاد کر لیتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو اسے ہلاک کر بیٹھتے ہیں اللہ کی تقدیر اللہ کی مخلوق میں جاری ہے اسی نے مقدر کیا اسی نے ہدایت کی اسی نے ہر ایک کو اس کی پیدائش دی پھر رہنمائی کی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ سعادت والوں میں سے ہیں ان پر نیکیوں کے کام آسان ہوں گے اور جو شقاوت والے ہیں ان پر بدیاں آسان ہوں گی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے اس فرشتے نے راہ پائی اور ایک فرشتے پر گمراہی ثابت ہو چکی پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا ہے۔ اس آیت سے اس مذہب کی تردید ہوتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کسی محصیت کے عمل پر یا کسی گمراہی کے عقیدے پر عذاب نہیں کرتا تا وقتیکہ اس کے پاس صحیح چیز صاف آ جائے اور پھر وہ اپنی برائی پر ضد اور عناد سے جمار ہے۔ کیونکہ اگر یہ مذہب صحیح ہوتا تو جو لوگ گمراہ ہیں لیکن خود کو ہدایت پر سمجھتے ہیں اور جو واقعی ہدایت پر ہیں ان میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں فرق کیا ان کے نام میں بھی اور ان کے احکام میں بھی۔ آیت آپ کے سامنے موجود ہے پڑھ لیجئے۔

يٰۤاِبْنِۤ اٰدَمَ خُذْ وَاٰزِيۡنَتَكَمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوۡا وَاَشْرَبُوۡا
وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسۡرِفِيۡنَ ۗ

اے انسانو! ہر نماز کے وقت اپنی زینت یعنی لباس لے لیا کرو کھاؤ پو لیں حد سے نہ گزر جاؤ اللہ حد سے گذر جانے والوں کو پسند نہیں فرماتا

برہنہ ہو کر طواف ممنوع قرار دے دیا گیا: ☆☆ (آیت: ۳۱) اس آیت میں مشرکین کا رد ہے کیونکہ وہ منگے ہو کر بیت اللہ کا طواف

کرتے تھے جیسے کہ پہلے گزرا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ”ننگے مردوں کو طواف کرتے اور ننگی عورتیں رات کو اس وقت عورتیں کہا کرتی تھیں کہ آج اس کے خاص جسم کا کل حصہ یا کچھ حصہ گوناہر ہو لیکن کسی کو وہ اس کا دیکھنا جائز نہیں کرتیں۔“ پس اس کے برعکس مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اپنا لباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ زینت کے لینے کو حکم دیتا ہے اور زینت سے مراد لباس ہے اور لباس وہ ہے جو اعضائے مخصوصہ کو چھپالے اور جو اس کے سوا ہوشیلاً اچھا کپڑا وغیرہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ آیت جو تیس سو سمیت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہے یہ غور طلب اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ آیت اور جو کچھ اس کے معنی میں سنت میں وارد ہے اس سے نماز کے وقت زینت کرنا مستحب ثابت ہوتا ہے، خصوصاً جمعہ اور عید کے دن اور خوشبو لگانا بھی مسنون طریقہ ہے اس لئے کہ وہ زینت میں سے ہی ہے اور مسواک کرنا بھی، کیونکہ وہ بھی زینت کو پورا کرنے میں داخل ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سب سے افضل لباس سفید کپڑا ہے، جیسے کہ مسند احمد کی صحیح حدیث میں ہے، حضور فرماتے ہیں سفید کپڑے پہنؤ وہ تمہارے تمام کپڑوں سے افضل ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ سب سرہوں میں بہتر سر مٹھا ہے، وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگا گاتا ہے۔ سنن کی ایک اور حدیث میں ہے سفید کپڑوں کو ضروری جانو اور انہیں پہنؤ وہ بہت اچھے اور بہت پاک صاف ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

طبرانی میں مروی ہے کہ حضرت تمیم داری نے ایک چادر ایک ہزار کو خریدی تھی اور نماز کے وقت اسے پہن لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آدمی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام طب کو اور حکمت کو جمع کر دیا، ارشاد ہے کھاؤ پو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ ابن عباس کا قول ہے جو چاہے کھا جو چاہے پی لیکن دو باتوں سے بچ، اسراف اور تکبر۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے، کھاؤ پیو، پہنؤ اور سو لیکن صدقہ بھی کرتے رہو اور تکبر اور اسراف سے بچتے رہو، اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے کے جسم پر دیکھے۔ آپ فرماتے ہیں کھاؤ اور صدقہ کرو اور اسراف سے اور خود نمائی سے رکھو فرماتے ہیں انسان اپنے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرتا، انسان کو چند لقمے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے کافی ہیں، اگر یہ بس میں نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ اپنے پیٹ کے تین حصے کر لے، ایک کھانے کے لئے، ایک پانی کے لئے، ایک سانس کے لئے۔ فرماتے ہیں، یہ بھی اسراف ہے کہ جو تو چاہے کھائے لیکن حدیث غریب ہے۔ مشرکین جہاں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے وہاں زمانہ حج میں چربی کو بھی اپنے اوپر حرام جانتے تھے اللہ نے دونوں باتوں کے خلاف حکم نازل فرمایا۔ یہ بھی اسراف ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کھانے کو حرام کر لیا جائے۔ اللہ کی دی ہوئی حلال روزی بیشک انسان کھائے بچے حرام چیز کا کھانا بھی اسراف ہے۔ اللہ کی مقرر کردہ حرام و حلال کی حدوں سے گزرنے جاؤ نہ حرام کو حلال کرو نہ حلال کو حرام کہو، ہر ایک حکم کو اسی کی جگہ پر رکھو ورنہ صرف اور دشمن رب بن جاؤ گے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلذَّيْنِ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نَفِصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَاِلٰثْمًا وَابْتٰغٰی بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تَشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ

بِسُلْطَانًا وَاَنْ تَقُولُوا عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

پوچھ تو کہ اللہ تعالیٰ نے جو زینت اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور جو پاکیزہ روزیاں ہیں انہیں کس نے حرام کیا ہے؟ کہہ دے کہ یہ سب کچھ ایمان والوں کے لئے ہے زندگی دنیا میں اور قیامت کے دن تو صرف ان کے ساتھ ہی مخصوص ہوگا اسی طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں ان کے لئے جو علم رکھتے ہیں ○ کہہ دے کہ میرے پروردگار نے کل بے حیا نبیوں کو خواہ کھلی ہوں خواہ چھپی حرام کر دی ہیں اور گناہ کو اور حق کی سرکشی کو اور اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہرانے کو جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری اور اللہ کا نام لے کر تمہارا وہ کہنا جو تم نہیں جانتے ○

آخر کار مومن ہی اللہ کی رحمت کا سزاوار ٹھہرا: ☆ ☆ (آیت: ۳۲) کھانے پینے کی ان بعض چیزوں کو بغیر اللہ کے فرمائے حرام کر لینے والوں کی تردید ہو رہی ہے اور انہیں ان کے فعل سے روکا جا رہا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہی تیار ہوئی ہیں، گودنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں، لیکن پھر قیامت کے دن یہ الگ کر دیئے جائیں گے اور صرف مومن ہی اللہ کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ مشرک ننگے ہو کر اللہ کے گھر کا طواف کرتے تھے، سیٹیاں اور تالیاں بجاتے جاتے تھے۔ پس یہ آیات اتریں۔

اثم اور بغی کیا فرق ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۳) بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں سورۃ انعام میں چھپی کھلی بے حیاءوں کے متعلق پوری تفسیر گزر چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر گناہ کو حرام کر دیا ہے اور ناحق ظلم و تعدی، سرکشی اور غرور کو بھی اس نے حرام کیا ہے۔ پس ”اثم“ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جو انسان آپ کرے اور ”بغی“ سے مراد وہ گناہ ہے جس میں دوسرے کا نقصان کرے یا اس کی حق تلفی کرے۔ اسی طرح رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا بھی حرام ہے اور ذات حق پر بہتان باندھنا بھی، مثلاً اس کی اولاد بتانا وغیرہ۔ خلاف واقعہ باتیں بھی جہالت کی باتیں ہیں۔ جیسے فرمان ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ الخ توں کی نجاست سے بچو الخ۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً
وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّمَّنْ
يَقْتُلُوْنَكُمْ اَلِهَةً اَلٰلِهَةُ اَحَدٌ فَاِذَا قُمْتُمْ اِلَيْهِمْ فَسَبُّوْهُمْ
وَلَا تُخَلِّفُوْا فِيْهَا سُلٰتٰنًا وَّالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سُبُوْحٰنَ اللّٰهِ اِنَّهٗمْ
لَمِنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْهَا لَا يَدْخُلُوْنَهَا اَبَدًا ﴿۳۴﴾

ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے پھر نہ تو ایک ساعت وہ پیچھے رہتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں ○ اے انسانو! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے رسول پہنچیں جو میرے احکام تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ پرہیزگاری اور اصلاح کر لیں ان پر نہ تو کوئی ڈر خوف ہے اور نہ وہ اداس اور آزادہ ہوں گے ○ ہاں جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں اور ان سے انکار بیٹھیں وہی دوزخی ہوں گے جو ہمیشہ اسی میں رہیں گے ○

موت کی ساعت طے شدہ اور اٹل ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۳-۳۶) ہر زمانے اور ہر زمانے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے انتہائی مدت مقرر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی، ناممکن ہے کہ اس سے ایک منٹ کی تاخیر ہو یا ایک لمحے کی جلدی ہو۔ انسانوں کو ڈراتا ہے کہ جب وہ

رسولوں سے ڈرانا اور رغبت دلانا نہیں تو بدکاریوں کو ترک کر دیں اور اللہ کی اطاعت کی طرف جھک جائیں جب وہ یہ کریں گے تو ہر کھلے ہر ڈر ہر خوف اور ناامیدی سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر اس کے خلاف کیا نہ عمل کیا تو وہ دوزخ میں جائیں گے اور وہیں پڑے جھلتے رہیں گے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ
بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ
رُسُلُنَا يَتَوَقَّوْنَهُمْ قَالُوا آيِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا
كَفَرِينَ ﴿٢٧﴾

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے انہیں ان کا لوح محفوظ میں لکھا ہوا حصہ تو ملے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کو آئیں گے تو کہیں گے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے اور پوجتے رہے وہ کہاں ہیں؟ جواب دیں گے کہ وہ سب گم ہو گئے اور (یہ) اپنے کافر ہونے کے گواہ خود ہی بن جائیں گے ○

اللہ پر بہتان لگانے والا سب سے بڑا ظالم ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۷) واقعہ یہ ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے اور وہ بھی جو اللہ کے کلام کی آیات کو جھوٹا سمجھے انہیں ان کا مقدر ملے گا۔ اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ انہیں سزا ہوگی ان کے منکالے ہوں گے ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا اللہ کے وعدے و وعید پورے ہو کر رہیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کی عمر عمل رزق جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ دنیا میں تو ملے گا۔ یہ قول تو ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اسی مطلب کی آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبَ اِنَّهٗ يَفْعَلُ لَهُمْ جَزَاءً مُّطَابِقًا ﴿۲۷﴾ ہے کہ اللہ پر جھوٹی باتیں گھڑ لینے والے فلاح کو نہیں پاتے، گودنیا میں کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر کار ہمارے سامنے ہی پیش ہوں گے اس وقت ان کے کفر کے بدلے ہم انہیں سخت سزا دیں گے۔ ایک آیت میں ہے کافروں کے کفر سے تو غمگین نہ ہو ان کا لوٹنا ہماری جانب ہی ہوگا پھر ہم خود انہیں ان کے کرتوت سے آگاہ کریں گے اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے واقف ہے وہ تھوڑا سا دنیوی نفع اٹھالیں، بخیر پھر فرمایا کہ ان کی رحوں کو قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں تو ان کو بطور طنز کہتے ہیں کہ اب اپنے معبودوں کو کیوں نہیں پکارتے کہ وہ تمہیں اس عذاب سے بچالیں، آج وہ کہاں ہیں؟ تو یہ نہایت حسرت سے جواب دیتے ہیں کہ افسوس وہ تو کھوئے گئے ہمیں ان سے اب کسی نفع کی امید نہیں رہی پس اپنے کفر کا آپ ہی اقرار کر کے مرتے ہیں۔“

قَالَ ادْخُلُوا فِيْ اُمَّمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا حَتَّىٰ
اِذَا دَا رَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرَبُهُمْ لِاَوْلٰئِهِمْ رَبَّنَا
هٰؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ

سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے، ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہوں گے، ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بن جاتے وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ وہ تو تمہارے سامنے کھلی ہوئی موجود تھی بات یہ ہے کہ تم خود ہی گنہگار بد کردار تھے۔ یہ پھر کہیں گے کہ نہیں نہیں تمہاری دن رات کی چالاکیوں نے اور تمہاری اس تعلیم نے (کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک ٹھہرائیں) ہمیں گم کردہ راہ بنا دیا، بات یہ ہے کہ سب کے سب اس وقت سخت نادم ہوں گے لیکن ندامت کو دبانے کی کوشش میں ہوں گے، کفار کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا نہ کم نہ زیادہ بلکہ (پورا پورا)۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ
 أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
 سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۗ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ
 مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۗ

ہماری آیات کو جھٹلانے والوں اور ان سے انکار بٹھانے والوں کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے، گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ○ ان کے لئے آگ ہی کا بھجوتا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنا بھی آگ ہی کا ہوگا، ہم ناانصافوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○

بدکاروں کی روحمیں دھتکاری جاتی ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۴۰-۴۱) کافروں کے نہ تو نیک اعمال اللہ کی طرف چڑھیں، نہ ان کی دعائیں قبول ہوں، نہ ان کی روحوں کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بدکاروں کی روحمیں قبض کی جاتی ہیں اور فرشتے انہیں لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں تو فرشوہ کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ کہتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے؟ یہ اس کا بد سے بدنام لے کر بتاتے ہیں کہ فلاں کی یہاں تک کہ یہ اسے آسمان کے دروازے تک پہنچاتے ہیں لیکن ان کے لئے دروازہ کھولا نہیں جاتا۔

پھر حضور ﷺ نے آیت لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ پڑھی۔ یہ بہت لمبی حدیث ہے جو سنن میں موجود ہے مومن کی روح کے ساتھ فرشتوں کا برتاؤ مسند احمد میں یہ حدیث پوری یوں ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک انصاری کے جنازے میں ہم حضور کے ساتھ تھے، جب قبرستان پہنچے تو قبر تیار ہونے میں کچھ دیر تھی ہم سب بیٹھ گئے اور اس طرح خاموش اور باادب تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پر پرند ہیں نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا جسے آپ زمین پر پھرا رہے تھے، تھوڑی دیر میں آپ نے سر اٹھا کر دو بار یا تین بار ہم سے فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا مومن جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کا منہ آفتاب ہے، ان کے ساتھ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، وہ آ کر مرنے والے مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، جہاں تک اس کی نگاہ کام کرتی ہے، فرشتے ہی فرشتے نظر آتے ہیں، پھر حضرت ملک الموت آ کر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں، اے اطمینان والی روح، اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل، یہ سنتے ہی وہ روح اس طرح بدن سے نکل جاتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک جائے اسی وقت ایک پلک جھپکنے کے برابر کی دیر میں وہ جنتی فرشتے اس

پاک روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اس میں ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نکلتی ہے کہ کبھی دنیا والوں نے نہ سونگھی ہو اب یہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں فرشتوں کی جو جماعت انہیں ملتی ہے وہ پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا بہتر سے بہتر جو نام دنیا میں مشہور تھا وہ لے کر کہتے ہیں فلاں کی یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں دروازہ کھلوا کر اوپر چڑھ جاتے ہیں یہاں سے اس کے ساتھ اسے دوسرے آسمان تک پہنچانے کے لئے فرشتوں کی اور بڑی جماعت ہو جاتی ہے اسی طرح ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے اس میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھ کر اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو میں نے انہیں اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ قبر میں سوال و جواب اور قبر کا ساتھی پس وہ روح لوٹا دی جاتی ہے وہیں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں؟ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ وہ شخص جو تم میں بھیجے گئے کون تھے؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اسے سچا مانا وہیں آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اسے جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پس اس کے پاس جنت کی تروتازگی اس کی خوشبو اور وہاں کی ہوا آتی رہتی ہے اور اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے اسے کشادگی ہی کشادگی نظر آتی ہے۔ اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل شخص لباس فاخرہ پہنے ہوئے خوشبو لگائے ہوئے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے خوش ہو جا یہی وہ دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا۔ اسے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے بھلائی پائی جاتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اب تو مومن آرزو کرنے لگتا ہے کہ اللہ کرے قیامت آج ہی قائم ہو جائے تاکہ میں جنت میں پہنچ کر اپنے مال اور اپنے اہل و عیال کو پالوں کافر، مشرک کی روح کے ساتھ فرشتوں کا برتاؤ۔ کافر کی جب دنیا کی آخر گھڑی آتی ہے تو اس کے پاس سیاہ چہرے والے فرشتے آسمان سے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اس کی نگاہ تک اسے یہی نظر آتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خبیث روح اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف چلے یہ سن کر وہ روح بدن میں چھپنے لگتی ہے جسے ملک الموت جبراً گھسیٹ کر نکالتے ہیں اسی وقت وہ فرشتے ان کے ہاتھ سے ایک آنکھ چھپکنے میں لے لیتے ہیں اور اس جہنمی ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے نہایت ہی سڑی ہوئی بدبو نکلتی ہے یہ اسے لے کر چڑھنے لگتے ہیں فرشتوں کا جو گروہ ملتا ہے اس سے پوچھتا ہے کہ یہ ناپاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کی روح جس کا بدترین نام دنیا میں تھا انہیں بتاتے ہیں پھر آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھلوانا چاہتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت لا تفتح الخ تلاوت فرمائی۔

جناب باری عزوجل کا ارشاد ہوتا ہے اس کی کتاب تمہیں میں سب سے نیچے کی زمین میں رکھو پھر اس کی روح وہاں سے پھینک دی جاتی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحَابِيٍّ یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر پڑا پس اسے یا تو پرند اچک لے جائیں گے یا ہوائیں کسی دور دراز کی ڈراؤنی ویران جگہ پر پھینک دیں گے پھر پھینک دیں گے سوال و جواب اور قبر کا ساتھی اب اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ یہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے خبر نہیں پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ جواب دیتا ہے افسوس مجھے اس کی بھی خبر نہیں پھر پوچھتے ہیں بتا اس شخص کی بابت تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ یہ کہتا ہے آہ افسوس میں اس کا جواب بھی نہیں جانتا اسی وقت آسمان سے ندا ہوتی ہے کہ میرے اس غلام نے غلط کہا اس کے لئے جہنم کی آگ بچھا

دو اور جنہم کا دروازہ اس کی قبر کی طرف کھول دو وہاں سے اسے گرمی اور آگ کے جھونکے آنے لگتے ہیں اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں اس کے پاس ایک شخص نہایت کمروہ اور ڈراؤنی صورت والا بڑے کپڑے پہنے بری بد بو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اب اپنی برائیوں کا مزہ چکھ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے تو چہرے سے وحشت اور برائی ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں یہ کہتا ہے یا اللہ قیامت قائم نہ ہو انجام کار اسی روایت کی دوسری سند میں ہے کہ مومن کی روح کو دیکھ کر آسمان وزمین کے تمام فرشتے دعائے مغفرت و رحمت کرتے ہیں اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر دروازے کے فرشتوں کی تمنا ہوتی ہے کہ اللہ کرے یہ روح ہماری طرف سے آسمان پر چڑھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کافر کی قبر میں اندھا بہلا، گونگا فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر اسے کسی بڑے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے پھر اسے جیسا وہ تھا اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے فرشتہ دوبارہ اسے گرز مارتا ہے جس سے یہ چیخنے چلانے لگتا ہے جسے انسان اور جنات کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے، ابن جریر میں ہے کہ نیک صالح شخص سے فرشتے کہتے ہیں، اے مطمئن نفس جو طیب جسم میں تھا تو تعریفوں والا بن کر نکل اور جنت کی خوشبو اور نسیم جنت کی طرف چل۔ اس اللہ کے پاس چل جو تجھ پر غصے نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ اسے مرحبا کہہ کر وہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ اس آسمان میں پہنچتے ہیں جہاں اللہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ بڑے شخص سے وہ کہتے ہیں، اے خبیث نفس! جو خبیث جسم میں تھا تو برا بن کر نکل اور تیز کھولتے ہوئے پانی اور لہو پیپ اور اسی قسم کے مختلف عذابوں کی طرف چل اس کے نکلنے تک فرشتے اسے یہی سناتے رہتے ہیں پھر اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں اس خبیث کو مرحبا نہ کہو یہ تمہی بھی خبیث جسم میں، تو بد بن کر لوٹ جا اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور آسمان وزمین کے درمیان چھوڑ دی جاتی ہے پھر قبر کی طرف لوٹ آتی ہے۔

ابن جریج نے لکھا ہے کہ نہ ان کے اعمال چڑھیں نہ ان کی روحیں اس سے دونوں قول مل جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے میں جمہور کی قرأت تو حَمَلٌ ہے جس کے معنی زاونٹ کے ہیں، لیکن ایک قرأت میں جُمَلٌ ہے اس کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں۔ مطلب یہ ہر صورت ایک ہی ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر سکے نہ پہاڑ اسی طرح کافر جنت میں نہیں جاسکتا، ان کا اوڑھنا بچھونا آگ ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵۱﴾

جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے نیک اعمال کئے ناممکن ہے کہ ہماری طرف سے کسی پر وہ بوجھ ڈالا جائے جس کا وہ تحمل نہ ہو سکے یہ لوگ جنتی ہیں اور یہ وہ ہیں ہمیشہ

رہنے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل انسانی بس میں ہے! ☆ ☆ (آیت: ۴۲) اور پرگنہ گاروں کا ذکر ہو یہاں اب نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دل میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن و حدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں۔ اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں

ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غَلٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ
الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدانا لِهَذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدانا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنا
بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمْ الْجَنَّةُ أَوْرِشْمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

ان کے سینوں میں جو کچھ تھا، ہم نے سب نکال دیا، ان کے نیچے سے نہریں لہریں بہ رہی ہیں، یہ کہیں گے کہ مکمل تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی، ہم تو اس کی راہ پائی نہ سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہبری نہ کرتا، یقیناً ہمارے پاس رب کے رسول حق لائے، منادی کی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سب اپنے کئے ہوئے اعمال کے وارث بنا دیئے گئے ہو۔

(آیت ۴۳) ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں، حسد، بغض دور کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت و دوزخ کے درمیان ایک ہی پل پر روک دیئے جائیں گے وہاں ان کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے واللہ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور مکاناتوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اہل جنت دروازہ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہ رہی ہوں گی، یہ ان میں سے ایک کا پانی پیئیں گے جس سے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی، یہ شراب طہور ہے، پھر دوسری نہر میں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تروتازگی آجائے گی، پھر نہ تو بال بکھریں نہ مردہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی جیسا قول مروی ہے جو آیت وَسَبِّحُوا الذِّكْرَ الَّذِي اتَّقُوا کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ان شاء اللہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کر دے گا، فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن مردودہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی۔ اور ہر جہنمی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اس کی حسرت بڑھے، اس وقت وہ کہے گا، کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔ پھر جنتیوں کو جنت کی جگہ میں دے دی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سب اپنی نیکیوں کے وارث بنا دیئے گئے، یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمت رب ملی اور رحمت رب سے تم داخل جنت ہوئے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا یاد رکھو! تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا، لوگوں نے پوچھا، آپ بھی نہیں؟ فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت و فضل میں ڈھانپ لے۔

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْجَنَّةِ اصْحَابَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا
 مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ
 حَقًّا وَقَالُوا نَعَمْ فَاذَنْ مُّؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَعْنَةُ
 اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيْلِ
 اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّهُمْ بِالْآخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝۵۰

جنتی جہنمیوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب کا جو وعدہ تھا، ہم نے اسے بالکل سچا پایا، کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں پس اسی وقت ان کے درمیان ایک منادی ندا کرے گا کہ نا انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے ○ جو راہ اللہ سے لوگوں کو روکتے رہے اور اسے نیچا کرنے کی کوشش کرتے رہے اور جو آخرت کے بھی منکر ہی رہے ○

جنتیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ: ☆☆ (آیت: ۴۴-۴۵) جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے صحیح پایا، تم اپنی کہو۔ ”ان“ یہاں پر منسرفہ ہے قول مخذوف کا اور ”قد“ تحقیق کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے تھے ٹھیک پایا۔ جیسا سورہ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ کیا جب ہم مرکزٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے، کیا واقعی ہی ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیئے جائیں گے؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ساتھی کو بیچ جہنم میں پائے گا، کہے گا قسم اللہ کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی کو تھا اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار عذاب ہوتا، اب بتاؤ دنیا میں جو کہا کرتا تھا، کیا سچا تھا کہ ہم مرکز جینے والے اور بدلہ بھگتے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے، یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھوٹا مان رہے تھے، اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے بھنتے رہو، صبر اور بے صبری دونوں نتیجے کے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے، تمہیں اپنے کئے کا بدلہ پانا ہی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے ان مقتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں، ڈانٹا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اے ابو جہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ! آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں جو مر کر مردار ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی ان سے زیادہ نہیں سن رہے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وقت ایک منادی ندا کر کے معلوم کرادے گا کہ ظالموں پر رب کی ابدی لعنت واقع ہو چکی، جو لوگوں کو راہ حق اور شریعت ہدیٰ سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت میڑھی کر دیں تاکہ اس پر کوئی عمل نہ کرے، آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا، اللہ کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے، اسی لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے، حساب کا ڈر نہ تھا، اس لئے سب سے زیادہ بد زبان اور بد اعمال تھے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا
 بِسِيمَاهُمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ
 لَمَّا دَخَلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ
 تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
 الظَّالِمِينَ

ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو ان کے چہروں کے نشان سے پہچانتے ہوں گے وہ جنتیوں سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو گو وہ جنت میں نہیں گئے لیکن انہیں امید ہے ○ اور جب ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف جا پڑتی ہیں تو کہتے ہیں 'اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر دینا ○

جنت اور جہنم میں دیوار اور اعراف والے ☆ ☆ (آیت ۴۶-۴۷) جنتیوں اور دوزخیوں کی بات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک اور حجاب حد فاصل اور دیوار ہے کہ وہ دوزخیوں کو جنت سے فاصلے پر رکھے۔ اسی دیوار کا ذکر آیت فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ الخ میں ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے اسی کا نام اعراف ہے۔ اعراف عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلنگ (کلنی) کو بھی عرب میں عرف الدیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے۔

سہی فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں یہاں کون لوگ ہوں گے؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ یہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی، بعض سلف سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت حذیفہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے لیکن سند اوہ حدیث غریب ہے ایک اور سند سے مروی ہے کہ حضورؐ سے جب ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں اور جو اعراف والے ہیں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت بغیر نکلے پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اور اپنے والدین کے نافرمان تھے تو جنت میں جانے سے باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایات ہیں اب اللہ ہی کو ان کی صحت کا علم ہے بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف روایات ہوں بہر صورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے جب ان کی بابت سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں، برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے، پس یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ان کے بارے میں سرزد ہو۔

اور آیت میں آپ سے مروی ہے کہ یہ دوزخیوں کو دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور اللہ سے نجات طلب کر رہے ہوں گے کہ اچانک

۱۰۸

انکارب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، میں نے تمہیں بخشا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا، کسی شخص ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو وہ داخل جنت ہوگا اور اگر کسی کی ایک برائی بھی نیکیوں سے زیادہ ہوگئی تو دوزخ میں جائے گا پھر آپ نے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ سے دو آیات تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی سے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں یہ ٹھہرائے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے۔ یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا جو ان کے آگے اور ان کے دائیں موجود رہے گا۔ ہر انسان کو وہ مردہوں خواہ عورتیں ہوں، ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا۔ اس وقت سچے مومن اللہ سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہیں جائے گا وہ ان کے آگے آگے موجود ہوگا انہیں جنت میں جانے کی طمع ہوگی۔ لوگو ایک نیکی دس گنی کر کے لکھی جاتی ہے اور برائی اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو، افسوس ان پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آجائیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے، اصحاب اعراف وہیں ہوں گے۔ جب انہیں عافیت دینے کا اللہ کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا انہیں نہر حیات کی طرف لے جاؤ، اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے، اس کی مٹی مشک خالص ہوگی، اس میں غوطہ لگاتے ہی ان کی رکتیں نکھر جائیں گی اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں یہ اللہ کے سامنے لئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا پھر فرمائے گا، ان جیسی ستر گنا اور نعمتیں بھی میں نے تمہیں دیں، پھر یہ جنت میں جائیں گے، وہ علامت ان پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مساکین اہل جنت ہوگا۔ یہی روایت حضرت مجاہد کے اپنے قول سے بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا، رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلے کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں، جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو یہ بھی کہا گیا کہ یہ زنانہ کی اولاد ہیں۔

ابن عسا کر میں فرمان نبی ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو برے ہیں انہیں عذاب بھی ہوگا، ہم نے ان کے ثواب اور ان کے ایمانداروں کی بابت حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف میں ہوں گے، جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں۔ (بیہقی) حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ صالح دیدار فقہاء علماء لوگ ہوں گے۔ ابو جہز فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں، جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں، پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ تم امن و امان کے ساتھ بے خوف و خطر ہو کر جنت میں جاؤ، اس کی سند گوثیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے۔ کیونکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے، کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے، حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا، غرابت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں، صلحا، انبیاء، ملائکہ وغیرہ۔ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے

اور دوزخیوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ یہ یہاں اس لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جنہیں لوگ دیکھ کر اللہ کی پناہ چاہیں گے اور طمع رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بھی بہشت بریں میں پہنچا دیں یہ طمع ان کے دل میں اللہ نے اسی لئے ڈالا ہے کہ اس کا ارادہ انہیں جنت میں لے جانے کا ہو چکا ہے۔ جب وہ اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ظالموں میں سے نہ کر، جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جہنم سے ان کے چہرے کو نکلے جیسے ہو جائیں گے لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ چیز چہروں سے دور ہو جائے گی۔ جنتیوں کے چہروں کی پہچان نورانیت ہوگی اور دوزخیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھینکا پن ہوگا۔

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ
قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ ﴿۵۷﴾
أَهْوَلًا الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخَلُوا
الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۵۸﴾

اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ ان کے چہروں کے نشان سے پہچان لیں گے، کہیں گے کہ تمہیں تمہارے جمع جتنے نے تو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور نہ تمہاری سخی اور بڑائی کام آئی ○ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ انہیں اللہ کوئی رحمت نہ دے گا؟ تم جنت میں جاؤ تو تم پر کوئی ڈر خوف ہے اور نہ تم غمگین اور ہراساں ہوؤ گے ○

کفر کے ستون اور ان کا حشر: ☆ ☆ (آیت: ۴۸-۴۹) کفر کے جن ستونوں کو کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے ان کے چہروں سے پہچان لیں گے، انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری کثرت جمعیت کہاں گئی؟ اس نے تو تمہیں مطلقاً فائدہ نہ پہنچایا، آج وہ تمہاری اکڑنوں کیا ہوئی، تم تو بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے۔ ان کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فرمایا جائے گا کہ بد بختو انہی کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ اللہ انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ آرام و سکون اور بغیر کسی خطرے کے داخل ہو جاؤ حضرت حدیثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعراف والوں کے اعمال صالحہ اس قابل نہ نکلے کہ انہیں جنت میں پہنچائیں، لیکن اتنی برائیاں بھی ان کی نہ تھیں کہ دوزخ میں جائیں تو یہ اعراف پر ہی روک دیئے گئے، لوگوں کو ان کے اندازے سے پہچانتے ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کر چکے گا شفاعت کی اجازت دے گا، لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، ہماری شفاعت اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیجئے، آپ جواب دیں گے کہ بتاؤ کیا میرے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہوا اپنی روح اس میں پھونکی ہوا اپنی رحمت اس پر اپنے غضب سے پہلے پہنچائی ہوا اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا ہو؟ سب جواب دیں گے کہ نہیں، ایسا کوئی آپ کے سوا نہیں، آپ فرمائیں گے میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا، ہاں تم میرے لڑکے ابراہیم کے پاس جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے۔ آپ جواب دیں گے، کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا اور کوئی خلیل اللہ ہوا ہو؟ یا اللہ کے بارے میں اس کی قوم نے آگ میں پھینکا ہو؟ سب کہیں گے نہیں، آپ کے سوا اور کوئی نہیں، فرمائیں گے مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں، میں تمہاری

درخواست شفاعت نہیں لے جا سکتا، تم میرے لڑکے موسیٰ کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ بتاؤ میرے سوا اللہ نے کسی کو اپنا کلیم بنایا اپنی سرگوشیوں کے لئے نزدیکی عطا فرمائی؟ جواب دیں گے کہ نہیں فرمائیں گے، میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں، میں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت طلبی کا تقاضا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا ہو؟ جواب ملے گا کہ نہیں۔ پوچھیں گے جانتے ہو کہ کوئی مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم الہی میرے سوا اچھا کرتا ہو یا کوئی مردہ کو بحکم اللہ زندہ کر دیتا ہو؟ کہیں گے کہ کوئی نہیں، فرمائیں گے کہ میں تو آج اپنے نفس کے بچاؤ میں ہوں، میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں، مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہاری سفارش کر سکوں ہاں تم سب کے سب حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے، میں اپنا سیدہ ٹھوٹک کر کہوں گا کہ ہاں ہاں میں اسی لئے موجود ہوں، پھر میں چل کر اللہ کے عرش کے سامنے ٹھہر جاؤں گا، اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچ جاؤں گا اور ایسی ایسی کی تعریفیں بیان کروں گا کہ کسی سننے والے نے کبھی نہ سنی ہوں، پھر سجدے میں گر پڑوں گا، پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ اے محمد ﷺ اپنا سراٹھاؤ، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

پس میں اپنا سراٹھا کر کہوں گا، میرے رب میری امت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، وہ سب تیری ہی ہے پھر تو ہر ہر پیغمبر اور ہر ایک فرشتہ رشک کرنے لگے گا، یہی مقام مقام محمود ہے۔ پھر میں ان سب کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا، جنت کا دروازہ کھلو آؤں گا اور وہ میرے لئے اور ان کے لئے کھول دیا جائے گا۔ پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جائیں گے جس کا نام نہر الحیو ان ہے، اس کے دونوں کناروں پر سونے کے محل ہیں جو یا قوت سے جڑاؤ کئے گئے ہیں، پھر وہ لوگ اس میں غسل کریں گے جس سے جنتی رنگ اور جنتی خوشبو ان میں پیدا ہو جائے گی اور چمکتے ہوئے ستاروں جیسے وہ نورانی ہو جائیں گے۔ ہاں ان کے سینوں پر سفید نشان باقی رہ جائیں گے، جس سے وہ پہچانے جائیں گے انہیں مساکین اہل جنت کہا جائے گا۔

وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوا عَلَيْنَا
 مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِمَّا
 عَلَيَ الْكٰفِرِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنََهُمْ لَهٰوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّهُمْ
 الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَاَلْيَوْمَ نَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ
 هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِيٰحْسَدُوْنَ ۝۵۰

دوزخی لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ہی بہا دو یا جو کچھ اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہی کچھ دیدو؟ وہ جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ نے کافروں پر حرام کر دی ہیں ○ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دے رکھا تھا، پس آج ہم انہیں قصداً بھلا دیں گے جیسے کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور ہماری آیات سے انکار کرتے تھے ○

جیسی کرنی ویسی بھرنی: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) دوزخیوں کی ذلت و خواری اور ان کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے اور اپنے نزدیک کے رشتے کنبے والے جیسے باپ، بیٹے، بھائی، بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل

بھن رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، ہمیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانا دے دو، جنتی بحکم الہی انہیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباسؓ سے سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے، دیکھو جہنمی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے۔ مردی ہے کہ جب ابوطالب موت کی بیماری میں مبتلا ہوا تو قریشیوں نے اس سے کہا، کسی کو بھیج کر اپنے بھتیجے سے کہلو، او کہ وہ تمہارے پاس جنتی انگور کا ایک خوشہ بھجوادے تاکہ تیری بیماری جاتی رہے، جس وقت قاصد حضورؐ کے پاس آتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس موجود تھے یہ سنتے ہی فرمانے لگے اللہ نے جنت کی کھانے پینے کی چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں پھر ان کی بدکرداری بیان فرمائی کہ یہ لوگ دین حق کو ایک ہنسی کھیل سمجھے ہوئے تھے دنیا کی زینت اور اس کے بناؤ چناؤ میں ہی عمر بھر مشغول رہے۔ یہ چونکہ اس دن کو بھول گئے تھے اس کے بدلے ہم بھی ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے جو کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے، اس کے علم سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ فرماتا ہے لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسِي نَدْوہ نیکنے نہ بھولے۔

یہاں جو فرمایا، یہ صرف مقابلہ کے لئے ہے جیسے فرمان ہے نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ اور جیسے دوسری آیت میں ہے كَذَلِكَ اتَّكَلْنَا فَأَنسِيْتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى فرمان ہے الْيَوْمَ نُنَسِّكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا تیرے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں جنہیں تو بھلا بیٹھا تھا، اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا وغیرہ۔ پھر یہ بھلائیوں سے بالقصد بھلا دیئے جائیں گے۔ ہاں برائیاں اور عذاب برابر ہوتے رہیں گے، انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلایا، ہم نے انہیں آگ میں چھوڑا رحمت سے دور کیا، جیسے یہ عمل سے دور تھے صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت و آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتوں میں آزاد نہیں رکھا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بے شک تو نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پس میں بھی آج تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔

وَلَقَدْ جِئْتُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي
تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ
رَبَّنَا بِالْحَقِّ فَمَلَّ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ
نُرْدُ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

ہم ان کے پاس کتاب لائے جس کی تفصیل ہم نے علم سے کی ان لوگوں کی رہنمائی اور ان پر مہربانی کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ○ یہ تو اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا ہی انتظار کر رہے ہیں، جس دن اس کی حقیقت آ جائیگی تو اس سے پہلے جو اسے بھولے ہوئے تھے وہ کہنے لگیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے، کیا اب یہ ممکن ہے کہ ہمارے سفارشی ہوں جو ہماری سفارش کریں یا ہو سکتا ہے کہ ہم پھر سے لوٹائے جائیں اور جو عمل ہم کرتے رہے ان کے سوا

اور اعمال کریں یقیناً انہوں نے اپنا نقصان آپ کیا اور ان سے ان کا باندھا ہوا جھوٹ وافر اٹھو گیا ○

آخری حقیقت جنت اور دوزخ کا مشاہدہ: ☆ ☆ (آیت: ۵۲-۵۳) اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے تمام عذر ختم کر دیئے تھے چاہئے رسولوں کی معرفت اپنی کتاب بھیجی جو مفصل اور واضح تھی۔ جیسے فرمان ہے كِتَابٌ اُحْكَمْتُ الْاٰيَةَ ثُمَّ فُصِّلْتُ لِحَاسِ قُرْآنِ كِي آيَاتِ مَضْبُوطِ اور تفصیل وار ہیں پھر اس کی جو تفصیل ہے وہ بھی علم پر ہے جیسے فرمان ہے اَنْزَلْنَا بِعِلْمِهِ اَسَ اِنْفِ عِلْمِ كِي سَا تَه ا تَا رَا هُ۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں یہ آیت اسی آیت پر جاتی ہی جس میں فرمان ہے كِتَابٌ اَنْزَلَ الْاِيْلَكَ فَلَآ يَكُنْ فِى صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ اَلْحُ يَه كِتَابِ تِى رِ طرف نازل فرمائی گئی ہے پس اس سے تیرے سینے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے۔ یہاں فرمایا وَ لَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ اَلْحُ لِي كِنِ يَه نَظَرِ ہے اس لئے کہ فاصلہ بہت ہے اور یہ قول بے دلیل ہے۔ درحقیقت جب ان کے اس خسارے کا ذکر ہوا جو انہیں آخرت میں ہوگا تو بیان فرمایا کہ دنیا میں ہی ہم نے تو اپنا پیغام پہنچا دیا تھا رسول بھی کتاب بھی۔ جیسے ارشاد ہے کہ جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا۔ کہ انہیں تو اب جنت اور دوزخ کے اپنے سامنے آنے کا انتظار ہے یا یہ مطلب کہ اس کی حقیقت کے بعد دیگرے روشن ہوتی رہے گی یہاں تک کہ آخری حقیقت یعنی جنت دوزخ ہی سامنے آ جائیں گی اور ہر ایک اپنے لائق مقام میں پہنچ جائے گا۔ قیامت والے دن یہ واقعات رونما ہو جائیں گے اب جو سن رہے ہیں اس وقت دیکھ لیں گے۔ اس وقت اسے فراموش کر کے بیٹھ رہنے والے عمل سے کورے لوگ مان لیں گے کہ بے شک اللہ کے انبیاء سچے تھے رب کی کتابیں برحق تھیں کاش اب کوئی ہمارا سفارشی کھڑا ہو اور ہمیں اس ہلاکت سے نجات دلائے یا ایسا ہو کہ ہم پھر سے دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو جو کام کئے تھے اب اس کے خلاف کریں۔

جیسے فرمان ہے وَ لَوْ تَرَى اِذْ وُفِّقُوا عَلٰى النَّارِ اَلْحُ كَا ش كِي هُم يَه ر دِنْيَا مِى لُو تَا نَے جَا تَے اِنْفِ ر ب كِي آيَاتِ كُو نَه جَه لَاتَے اور مومن بن جاتے اس سے پہلے جو وہ چھپا رہے تھے اب ظاہر ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا میں بھیجے بھی جائیں تو جس چیز سے روکے جائیں گے وہی دوبارہ کریں گے اور جھوٹے ثابت ہوں گے انہوں نے آپ ہی اپنا برا کیا اللہ کے سوا اوروں سے امیدیں رکھتے رہے آج سب باطل ہو گئیں نہ کوئی ان کا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی حمایتی۔

اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِى سِتَّةِ
اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الْاَيْلِ النَّهَارِ
يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ مُسْحَرٰتٍ
بِاَمْرِهٖ اِلٰهَ الْخَلْقِ وَالْاَمْرُ تَبْرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِىْنَ

لوگو! بے شک تم سب کا پالنے والا وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دین میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا وہی رات پر دن کو اوڑھتا ہے اور رات دن کو جلدی جلدی طلب کرتی آتی ہے اسی نے آفتاب، مہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا کہ یہ سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں یا دیکھو پیدا ہوا بھی اسی کی اور فرمانروائی بھی بڑا ہی برکتوں والا ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء: ☆ ☆ (آیت: ۵۴) بہت سی آیات میں یہ بیان ہوا کہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک۔ جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمولی دنوں کے برابر ہی تھے

جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے فی الفور سمجھا جاتا ہے یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا جیسے کہ حضرت مجاہد کا قول ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے اور بروایت ضحاک ابن عباس کا قول ہے ہفتہ کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی اسی لئے اس کا نام عربی میں یوم السبت ہے سبت کے معنی قطع کرنے، ختم کرنے کے ہیں۔

ہاں مسند احمد نسائی اور صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر سے لے کر مغرب تک حضور نے حضرت ابو ہریرہؓ کا ہاتھ پکڑ کر یہ گویا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات دن تک پیدائش کا سلسلہ جاری رہا حالانکہ قرآن میں موجود ہے کہ چھ دن میں پیدائش ختم ہوئی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ زبردست حفاظ حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عبارت حضرت ابو ہریرہؓ نے کعب احبار سے لی ہے۔ فرمان رسول نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر مستوی ہوا۔ اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ میگوئیاں کی ہیں جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے۔ جیسے امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام لیث، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ و غیرہ ائمہ سلف و خلف رحمہم اللہ۔ ان سب بزرگان دین کا مذہب یہی تھا کہ جیسی یہ آیت ہے اسی طرح اسے رکھا جائے بغیر کیفیت کے، بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے، ہاں تشبیہ دینے والوں کے ذہنوں میں جو چیز آ رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔ فرمان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اس کے مثل کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے۔ انہی میں سے حضرت نعیم بن حاد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ حضرت امام بخاری کے استاد ہیں فرماتے ہیں جو شخص اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ کے اس وصف سے انکار کرے جو اس نے اپنی ذات پاک کے لئے بیان فرمایا ہے وہ بھی کافر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے جو اوصاف ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے بیان فرمائے ہیں ان میں ہرگز تشبیہ نہیں۔ پس صحیح ہدایت کے راستے پر وہی ہے جو آثار صحیحہ اور اخبار صحیحہ سے جو اوصاف رب العزت و وحدہ لا شریک لہ کے ثابت ہیں انہیں اسی طرح جانے جو اللہ کی جلالت شان کے شایان ہے اور ہر عیب و نقصان سے اپنے رب کو پاک اور برادر منزه سمجھے۔

پھر فرمان ہے کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے سے اور دن کا اجالا رات کے اندھیرے سے دور ہو جاتا ہے ہر ایک دوسرے کے پیچھے لپکا چلا آتا ہے یہ گیا وہ آیا وہ گیا یہ آیا۔ جیسے فرمایا وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ لَا تَجِدُ لَهَا نَافِثَةً وَلَا تَسْبِقُهَا نَارٌ تَأْتِيهَا مِنَ الشَّمْسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ رَبَّهُمُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا۔ اس میں سے ہم دن کو نکالتے ہیں جس سے یہ اندھیرے میں آ جاتے ہیں اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف برابر جا رہا ہے یہ ہے اندازہ اللہ کا مقرر کیا ہوا جو غالب اور با علم ہے۔ اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں ٹھہرا دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ آفتاب ماہتاب سے آگے نکل سکتا ہے نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔ رات دن میں کوئی فاصلہ نہیں ایک کا جانا ہی دوسرے کا آ جانا ہے ہر ایک دوسرے کے برابر پیچھے ہے وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ كَالْحُجُجِ الْمَسْبُورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلٌّ فِي أَرْدَمٍ مُّنتَبِهٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یہ سب اللہ کے زیر فرمان اس کے ماتحت اور اس کی ارادے میں ہیں ملک اور تصرف اسی کا ہے وہ برکتوں والا اور تمام جہان کا پالنے والا ہے فرمان

ہے تَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَالْخَالِقِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فرماتے ہیں؛ جس کسی نے کسی نیکی پر اللہ کی حمد نہ کی بلکہ اپنے نفس کو سراہا، اس نے کفر کیا اور اس کے اعمال غارت ہوئے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ نے کچھ اختیارات اپنے بندوں کو بھی دیئے ہیں تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے **الْأَلَهُ الْخَلْقِ وَالْأَمْرُ** (ابن جریر) ایک مرفوع دعا رسول اللہ ﷺ کی یہ بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے اللهم لك الملك كله ولك الحمد كله واليك يرجع الامر كله اسالك من الخير كله واعوذ بك من الشر كله یا اللہ سارا ملک تیرا ہی ہے سب حمد تیرے لئے ہی ہے سب کام تیری ہی طرف لوٹتے ہیں، میں تجھ سے تمام بھلائیاں طلب کرتا ہوں اور ساری برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۗ وَلَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۗ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۗ

اپنے رب کی عبادت کرو عجزی سے اور چھپا کر بیشک وہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد اور اس کی عبادت کر دو اور اللہ کے ساتھ بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے بہت نزدیک ہے ۝

انسان دعائے قبول ہوگی: ☆ ☆ (آیت ۵۵-۵۶) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی ہدایت کرتا ہے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو عجزی، مسکینی اور آہستگی سے پکارو جیسے فرمان ہے **وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ** الخ اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لوگو! اپنی جانوں پر رحم کر دو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پوشیدگی مراد ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں **تَضَرُّعًا** کے معنی ذلت اور مسکینی اور اطاعت گذاری کے ہیں اور **خُفْيَةً** کے معنی دلوں کے خشوع و خضوع سے یقین کی رحمت سے اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اس کے اور اپنے درمیان یقین رکھتے ہوئے پکارو نہ کہ ریا کاری کے ساتھ بہت بلند آواز سے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا، لوگ بہت بڑے فقیہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا، لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا، یہ وہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے، لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو، یہ نہیں کہہ سکتے تھے جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے پوری اور آہستگی سے پکارو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا ذکر کیا جس سے وہ خوش تھا کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ طور پر پکارا۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں دعا میں بلند آواز، اند اور چیخنے کو مکروہ سمجھا جاتا تھا بلکہ گریہ و زاری اور آہستگی کا حکم دیا جاتا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں دعا وغیرہ میں حد سے گزر جانے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

ابو بکرؓ کہتے ہیں مثلاً اپنے لئے نبی بن جانے کی دعا کرنا وغیرہ۔ حضرت سعد نے سنا کہ ان کا لڑکا اپنی دعا میں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں اور اس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ طلب کرتا ہوں۔ اور جنہم اس کی زنجیروں اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو حضرت سعد نے فرمایا تو نے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی، میں نے رسول اللہ ﷺ

سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعائیں حد سے گزر جایا کریں گے۔ ایک سند سے مروی ہے کہ وہ دعائیں گئے میں اور وضو کرنے میں حد سے نکل جائیں گے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تجھے اپنی دعائیں یہی کہنا کافی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں (ابوداؤد)

ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ان کے صاحبزادے اپنی دعائیں یہ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دائیں جانب کا سفید رنگ کا عالی شان محل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں پھر زمین پر امن و امان کے بعد فساد کرنے کو منع فرما رہا ہے کیونکہ اس وقت کا فساد خصوصیت سے زیادہ برائیاں پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اپنی عبادت کرنے کا، دعا کرنے کا، مسکینی اور عاجزی کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تو اس کے عذابوں سے ڈر کر اور اس کی نعمتوں کے امیدوار بن کر پکارو۔ اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے سروں پر منڈلا رہی ہے جو اس کے احکام بجالاتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں سے باز رہتے ہیں جیسے فرمایا وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یوں تو میری رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن میں اسے مخصوص کر دوں گا پر ہیزگار لوگوں کے لئے۔ چونکہ رحمت ثواب کی ضامن ہوتی ہے اس لئے قریب کہا قریبہ نہ کہا یا اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ انہوں نے اللہ کے وعدوں کا سہارا لیا۔ اللہ نے اپنا فیصلہ کر دیا کہ اس کی رحمت بالکل قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ
إِذَا أَقْلَتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ
الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نَخْرِجُ الْمَوْتَىٰ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ
رَبِّهِ وَالَّذِي خَبثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَلِكَ نَصْرِفُ الْآيَاتِ
لِقَوْمٍ لَّيْسُكْرُونَ ﴿٥٨﴾

وہ ہے جو بارگاہِ رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف سے لے جاتے ہیں پھر ہم اس میں سے پانی اتارتے ہیں اور اس میں سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح مردوں کو بھی نکالیں گے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ پاک شہر کی تو پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے ناقص ہی نکلتی ہے اسی طرح ہم طرح طرح سے اپنی ولیلیں ان کے سامنے بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہیں ○

تمام مظاہر قدرت اس کی شان کے مظہر ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۵۷-۵۸) اوپر بیان ہوا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے سب پر قبضہ رکھنے والا حاکم تدبیر کرنے والا مطیع اور فرمانبردار رکھنے والا اللہ ہی ہے۔ پھر دعائیں کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب یہاں بیان ہو رہا ہے کہ رزاق بھی وہی ہے اور قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر دینے والا بھی وہی ہے۔ پس فرمایا کہ بارش سے پہلے بھینسی بھینسی خوشگوار ہوائیں وہی چلاتا ہے بُشْرًا کی دوسری قرأت مُبَشِّرَاتِ بھی ہے۔ رحمت سے مراد یہاں بارش سے جیسے فرمان سے وُھُو

الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کی ریل پیل کر دیتا ہے وہ والی ہے اور قابل تعریف۔ ایک اور آیت میں ہے رحمت رب کے آثار دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو وہ جلا دیتا ہے وہی مردہ انسانوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بادل جو پانی کی وجہ سے بوجھل ہو رہے ہیں انہیں یہ ہوائیں اٹھالے چلتی ہیں یہ زمین سے بہت قریب ہوتے ہیں اور سیاہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے، میں اس کا مطبوع ہوں جس کے اطاعت گزار بیٹھے اور صاف پانی کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع فرمان بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے۔ پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں کوئی سبزہ نہیں، خشک اور بخر ہے جیسے آیت وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الَّتِي كَانَتْ فَاحًا لَهَا فِي الْبِلَادِ الَّتِي كَانَتْ مَعْرُوبَةً لَهَا فِي الْبِلَادِ الَّتِي كَانَتْ مَعْرُوبَةً لَهَا فِي الْبِلَادِ۔ پھر اس سے پانی برساکر اسی غیر آباد زمین کو سبز بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے ہوں گے، قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برساے گا چالیس دن تک برابر برتی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگے لگیں گے جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے یہ بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔ قیامت کی مثال بارش کی پیداوار سے دی جاتی ہے۔ پھر فرمایا 'یہ تمہاری نصیحت کے لئے ہے۔ اچھی زمین میں سے پیداوار عمدہ بھی نکلتی ہے اور جلدی بھی' جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَأَنْتَبَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جو زمین خراب ہے جیسے سنگلاخ زمین، شور زمین وغیرہ اس کی پیداوار بھی ویسی ہی ہوتی ہے، یہی مثال مومن و کافر کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی، زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے نے تو پانی قبول کیا، گھاس اور چارہ بہت سا اس میں سے نکلا، ان میں بعض ٹکڑے ایسے بھی تھے جن میں پانی جمع ہو گیا اور وہاں رک گیا پس اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پیا اور پلایا، کھیتیاں کیں، باغات تازہ کئے۔ زمین کے جو چٹیل سنگلاخ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسایا لیکن نہ تو وہاں رکنا نہ وہاں کچھ اگا، یہی مثال اس کی ہے جس نے دین حق کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا، خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت ہی نہ لی جو میری معرفت بھیجی گئی۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٨﴾
قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٠٩﴾
قَالَ لِقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَالَّةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١١٠﴾
أَبْلِغْكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحْ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١١١﴾

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، مجھے تو تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر

ہے ○ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے بالکل کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں ○ اس نے کہا اے میری قوم مجھے کوئی گمراہی نہیں بلکہ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں ○ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی بات میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو ○

پھر تذکرہ انبیاء: ☆ ☆ (آیت: ۵۹-۶۲) چونکہ سورت کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا تھا پھر اس کے متعلقات بیان ہوئے اور اس کے متصل اور بیانات فرما کر اب پھر اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے بیان کا آغاز ہوا اور پے در پے ان کے بیانات ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن لاک بن ستوخ بن خونخ (یعنی اور لیس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یافس بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ائمہ نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے نہیں ستایا گیا ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گزرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اسی طرح شرع ہوا کہ جب اولیاء اللہ فوت ہو گئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بزرگوں کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنا لئے کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کو پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی اولیاء اللہ کے ناموں پر رکھ لئے، دوسوا، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ جب بت پرستی کا رواج ہو گیا اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔ قوم نوح کے بڑوں نے ان کے سرداروں نے اور ان کے چودھریوں نے حضرت نوح کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹا رہے ہو۔ ہر بد شخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکاران نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے؟ یہ تو بات ہی غلط اور جھوٹ ہے۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں پیغام رب پہنچا رہا ہوں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کی وہ باتیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح، خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ اے لوگو! تم میری بابت اللہ کے ہاں پوچھ جاؤ گے تو بناؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی پس آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یا اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو شاہد رہ یا اللہ تو گواہ رہ۔

أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ
مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَكَذَّبُوهُ
فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿۶۰﴾

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تم میں سے ایک شخص پر تمہارے رب کی طرف سے ارشاد و پند نازل ہوئی کہ وہ تمہیں آگاہ کر دے تاکہ تم غضب اللہ سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے ○ پس انہوں نے اسے جھٹلایا آخر میں ہم نے اسے نجات بخشی اور اس کی کشتی کے ساتھیوں کو بھی اور ہماری آیتوں کو جھٹلانے والوں کو برباد یا وہ بھی

نابینا لوگ ○

نوح علیہ السلام پر کیا گزری؟ ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۴) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کر دے تاکہ وہ تمہیں ہوشیار کر دے پھر تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب الہی سے نجات پا لو اور تم پر گونا گوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور غلطوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔ پس ہم نے ان نیک لوگوں کو اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو تہہ آب غرق کر دیا۔ جیسے سورہ نوح میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث غرق کر دیئے گئے پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور کوئی ایسا نہیں تھا جو ان کی کسی قسم کی مدد کرتا یہ لوگ حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھے نابینا ہو گئے تھے راہ حق کو وہ آخر تک نہ پہچان سکے۔ پس اللہ نے اپنے نبی کو اپنے دوستوں کو نجات دی اپنے اور ان کے دشمنوں کو تہہ آب برباد کر دیا جیسے اس کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی ضرورت مند فرمایا کرتے ہیں۔ دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی وہ ان کی امداد کرتا ہے ان پر ہیزگاروں کے لئے ہی عافیت ہے انجام کار غالب اور مظفر و منصور یہی رہتے ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام آخر کار غالب رہے اور کافر ناکام و نامراد ہوئے یہ لوگ تنگ پکڑ میں آ گئے اور غارت کر دیئے گئے صرف اللہ کے رسول کے اسی (۸۰) آدمیوں نے نجات پائی۔ ان ہی میں ایک صاحب جبرہم نامی تھے جن کی زبان عربی تھی۔ ابن ابی حاتم میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے مصلحاً مروی ہے۔

وَالۡیٰٓ عَادِ اٰخَاهُمْ هُوۡدًاۙ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنۡ
 اِلٰہٍ غَیۡرِهٖۚ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ؕ قَالَ الْمَلَاۗءُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا مِّنۡ قَوْمِهٖ
 اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاہَةٍ وَّاِنَّا لَنَنظُرُکَ مِنَ الْکٰذِبِیۡنَ ؕ
 قَالَ یٰقَوْمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاہَةٍ وَّلٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ
 رَّبِّ الْعٰلَمِیۡنَ ؕ اَبَلِغۡکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیۡ وَاِنَا لَکُمْ نٰصِیۡحٌ اٰمِیۡنٌ ؕ
 اَوْ عَجِبۡتُمْ اَنۡ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنۡ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنۡکُمْ
 لَیۡنٰذِرَکُمْ وَاذِکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلۡکُمْ خُلَفَآءَۙ مِّنۡۢ بَعۡدِ قَوْمِ نُوۡحٍ
 وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۡطَةًۙ فَذِکُرُوۡۤا الْاِیَّۃَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ
 تُفۡلِحُوۡنَ ؕ

عادیوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا جس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں

ہو؟ ○ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو زری بیوقوفی میں ہے اور ہمارے خیال میں تو 'تو ہے ہی جھوٹے لوگوں میں سے ○ ہونے کہا، 'میری قوم کے لوگوں مجھ میں کوئی بیوقوفی نہیں بلکہ میں تو تمام جہان کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں ○ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا رہا ہوں اور ہوں بھی تمہارا دلی خیر خواہ اور امانت دار ہوں ○ کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ کہ تم میں سے ایک کی معرفت ذکر اللہ تم تک پہنچا دی کہ وہ تمہیں ہوشیار کر دے؟ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا اور تن و توش کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ دیا، پس تم اللہ کے احسانات یاد رکھو تا کہ تم فلاح و نجات پاؤ ○

ہو علیہ السلام اور ان کا رویہ! ☆ ☆ (آیت: ۶۵-۶۹) فرماتا ہے کہ جیسے قوم نوح کی طرف حضرت نوحؑ کو ہم نے بھیجا تھا قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا، یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے، یہ عاد اولیٰ ہیں، یہ جنگل میں ستونوں میں رہتے تھے۔ فرمان ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلْنَا بِعَادٍ اِزْمًا ذَاتَ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے، یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لانے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عاد یوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ طاقت والا ہے وہ ہماری آیتوں سے انکار کر بیٹھے، ان کے شہر یمن میں احقاف تھے یہ ریتلے پہاڑ تھے۔

حضرت علیؑ نے حضرموت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہوگا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ نیلہ فلاں جگہ حضرموت میں ہے اس نے کہا امیر المؤمنین آپ تو اس طرح کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے چشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا، نہیں دیکھا تو نہیں، لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہ ہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں، اسی لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں، آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے۔ اس لئے انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں، لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور پر سخت اور زوردار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی۔ جب اپنے نبی کی زبانی اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت سنی تو لوگوں کی بھاری اکثریت اور ان کے سردار اور بڑے بول اٹھے کہ تو تو پاگل ہو گیا ہے، ہمیں اپنے بتوں کی ان خوبصورت تصویروں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ (یہی تعجب قریش کو ہوا تھا، انہوں نے کہا تھا کہ محمد ﷺ نے سارے معبودوں کی عبادت سے ہٹا کر ایک کی عبادت کی دعوت کیوں دی؟)

حضرت ہودؑ نے انہیں جواب دیا کہ مجھ میں تو بے وقوفی کی بفضلہ کوئی بات نہیں، میں جو کہہ رہا ہوں وہ اللہ کا فرمودہ ہے اس لئے کہ میں رسول اللہ ہوں، رب کی طرف سے حق لایا ہوں، وہ رب ہر چیز کا مالک سب کا خالق ہے میں تو تمہیں کلام اللہ پہنچا رہا ہوں، تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور امانت داری سے حق رسالت ادا کر رہا ہوں۔ یہی وہ صفیتیں ہیں جو تمام رسولوں میں یکساں ہوتی ہیں، یعنی پیغام حق پہنچانا، لوگوں کی بھلائی چاہنا اور امانت داری کا نمونہ بننا۔ تم میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر بجلاؤ کہ اس نے تم میں سے ایک فرد کو اپنا پیغمبر بنایا کہ وہ تمہیں عذاب الہی سے ڈرائے، تمہیں رب کے اس احسان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس نے تمہیں ہلاک ہونے والوں کے بقایا میں سے بنایا، تمہیں باقی رکھا، اتنا ہی نہیں بلکہ تمہیں قوی ہیکل، مضبوط اور طاقتور کر دیا۔ یہی نعمت حضرت طالوت پر تھی کہ انہیں جسمانی اور علمی کشادگی دی گئی تھی۔ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ نجات حاصل کر سکو۔

قَالُوا اجْتَنَّا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ
 آبَاؤُنَا فَأَتِنَا بِمَا تَعَدُّنَا إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۷۵﴾

وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ جا اگر تو سچا ہے تو جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا رہا ہے انہیں لے آؤ

قوم عاد کا باغیانہ رویہ: ﴿آیت: ۷۰﴾ قوم عاد کی سرکشی، تکبر، ضد اور عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ واحد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادوں کے پرانے معبودوں سے روگردانی کر لیں؟ سنو اگر یہی مقصود ہے تو اس کا پورا ہونا محال ہے ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔ یہی کفار مکہ نے کہا تھا کہنے لگے کہ یا اللہ محمدؐ کا کہا حق ہے اور وہ واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا، کوئی اور سخت المناک عذاب ہمیں کر۔ قوم عاد کے بتوں کے نام یہ ہیں، صمد، صمود، دھبا، ان کی اس ڈھٹائی کے مقابلے میں اللہ کا عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔ رجس سے مراد رجز، یعنی عذاب ہے ناراضی اور غصے کے معنی یہی ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ
 أَتَجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ
 بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَاٰنظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ
 الْمُنْتَضِرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاٰنجِيْنَهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
 وَقَطَعْنَا دَاۤبِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَمَا كَاٰنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

ہود نے کہا یقیناً تم پر تمہارے رب کی جانب سے بلا اور غضب پڑی چکا، کیا تم مجھ سے ان چند ناموں کی خاطر لڑ بھڑ رہے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں جن کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ آخر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ایمان قبول کرنے والے نہ تھے ○

(آیت: ۷۱-۷۲) پھر فرمایا تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے خود رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے اور خواہ مخواہ بے وجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو، یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں، نہ اللہ نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے ہاں اگر تم مقابلے پر اتر ہی آئے ہو تو منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں، ابھی معلوم ہو جائے گا کہ مقبول بارگاہ رب کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے؟ کون مستحق عذاب ہے اور کون قابل ثواب ہے؟ آخر شرم ہم نے اپنے نبیؐ کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو نجات دی اور کافروں کی جڑیں کاٹ دیں۔ قرآن کریم کے کئی مقامات پر جناب باری عزوجل نے ان کی تباہی کے صورت بیان فرمائی ہے کہ ان چرخیر سے خالی تند اور تیز ہوائیں بھیجی گئیں جنہوں نے انہیں اور ان کی مہتمم چیزوں کو غارت اور برباد کر دیا۔ عاد لوگ بڑے زنانے کی سخت آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے، جو ان پر برابر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی، سارے کے سارے اس طرح ہو گئے جیسے

کھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ دیکھ لے ان میں سے ایک بھی اب نظر آ رہا ہے؟ ان کی سرکشی کی سزا میں سرکش ہوا ان پر مسلط کر دی گئی جو ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر آسمان کی بلندی کی طرف لے جاتی اور وہاں سے گراتی جس سے سر الگ ہو جاتا اور دھڑ الگ گر جاتا۔ یہ لوگ یمن کے ملک میں، عمان اور حضرموت میں رہتے تھے۔ ادھر ادھر نکلتے اور لوگوں کو مار پیٹ کر جبراً و قہراً ان کے ملک و مال پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے، سارے کے سارے بت پرست تھے حضرت ہوڈا جو ان کے شریف خاندانی شخص تھے ان کے پاس رب کی رسالت لے کر آئے، اللہ کی توحید کا حکم دیا، شرک سے روکا، لوگوں پر ظلم کرنے کی برائی سمجھائی، لیکن انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا، مقابلے پر تگے اور اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے۔

گو بعض لوگ ایمان لائے تھے لیکن وہ بھی بیچارے جان کے خوف سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھے باقی لوگ بدستور اپنی بے ایمانی اور ناانصافی پر جے رہے، خواہ مخواہ فوقیت ظاہر کرنے لگے، بیکار عمارتیں بناتے اور پھولے نہ ساتے۔ ان سب کاموں کو اللہ کے رسول (حضرت ہود) ناپسند فرماتے، انہیں روکتے، تقویٰ کی اور اطاعت کی ہدایت کرتے، لیکن یہ کبھی تو انہیں بے دلیل بتاتے، کبھی انہیں مجنوں کہتے۔ آپ اپنی برات ظاہر کرتے اور ان سے صاف فرماتے کہ مجھے تمہاری قوت و طاقت کا مطلقاً خوف نہیں، جاؤ تم سے جو ہو سکے کر لو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے، اس کے سوانہ کوئی بھروسے کے لائق نہ عبادت کے قابل، ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے، سچی راہ اللہ کی راہ ہے آخر جب یہ اپنی برائیوں سے باز نہ آئے تو ان پر بارش نہ برسائی گئی، تین سال تک قحط سالی رہی، زچ ہو گئے، تنگ آ گئے، آخر یہ سوچا کہ چند آدمیوں کو بیت اللہ شریف بھیجیں، وہ وہاں جا کر اللہ سے دعائیں کریں۔ یہی ان کا دستور تھا کہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو وہاں وفد بھیجتے۔ اس وقت ان کا قبیلہ عمالیت حرم شریف میں بھی رہتا تھا، یہ لوگ عملیق بن آدم بن سام بن نوح کی نسل میں سے تھے، ان کا سردار اس زمانے میں معاویہ بن بکر تھا۔ اس کی ماں قوم عاد سے تھی جس کا نام جاہدہ بنت خبیری تھا۔

عاد یوں نے اپنے ہاں سے ستر اشخاص کو منتخب کر کے بطور وفد کے شریف کو روانہ کیا، یہاں آ کر یہ معاویہ کے مہمان بنے، پر تکلف دعوتوں کے اڑانے، شراب خوری کرنے اور معاویہ کی دو لوٹوں کا گانا سننے میں اس بے خودی سے مشغول ہو گئے کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا، انہیں اپنے کام کی طرف مطلق توجہ نہ ہوئی، معاویہ ان کی یہ روش دیکھ کر اور اپنی قوم کی بری حالت سامنے رکھ کر بہت کڑھتا تھا، لیکن یہ مہمان نوازی کے خلاف تھا کہ خود ان سے کہتا کہ جاؤ۔ اس لئے اس نے کچھ اشعار کہے اور ان ہی دونوں کینروں کو یاد کرائے کہ وہ یہی گا کر انہیں سنائیں۔ ان شعروں کا مضمون یہ تھا کہ اے لوگو جو قوم کی طرف سے اللہ سے دعائیں کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، اللہ عادیوں پر بارش برسائے جو آج قحط سالی کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں، بھوکے پیاسے مر رہے ہیں، بوڑھے بچے، مرد، عورتیں تباہ حال پھر رہے ہیں، یہاں تک کہ بولنا چلنا ان پر دو بھر ہو گیا ہے۔ جنگلی جانور ان کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی عادی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے، لیکن افسوس کہ تم یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور بے فائدہ وقت ضائع کرنے لگے، تم سے زیادہ برا وفد دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ یاد رکھو اگر اب بھی تم نے مستعدی سے قومی خدمت نہ کی تو تم برباد اور غارت ہو جاؤ گے، یہ سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے، یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنا شروع کیں اللہ تعالیٰ نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے۔ ایک سفید، ایک سیاہ، ایک سرخ، اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے ایک اختیار کر لو، قیل بن غز نے سیاہ بادل پسند کیا، آواز آئی کہ تو نے سیاہ بادل پسند کیا جو عادیوں میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑے گا، نہ باپ کو نہ بیٹے کو، سب کو غارت کر دے گا۔ بنی لویذ یہ کہے۔ یہ بنی لویذ یہ بھی عادیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مکے میں مقیم تھے، ان پر وہ عذاب نہیں آئے تھے، یہی باقی

رہے اور انہی میں سے عدا آخری ہوئے اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اسی وقت عادیوں کی طرف چلا اس شخص کا نام یمن بن غز تھا۔ جب یہ بادل عادیوں کے میدان میں پہنچا جس کا نام مغیث تھا تو اسے دیکھ کر وہ لوگ خوشیاں منانے لگے کہ اب اسے پانی ضرور برسنے گا حالانکہ یہ وہ تھا جس کی یہ لوگ نبی کے مقابلہ میں جلدی چارے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا سب سے پہلے اس عذاب الہی کو ایک عورت نے دیکھا جس کا نام مید تھا یہ جی مار کر بیہوش ہو گئی جب ہوش آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا آگ کا بگولہ جو بصورت ہوا تھا جسے فرشتے گھینٹتے چلے آتے تھے۔ برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب کا بادل ان پر برستا رہا تمام عادیوں کا ستیا ناس ہو گیا۔

حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں چلے گئے وہاں اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔ ہاں عادیوں پر اس ہوانے سنگباری شروع کر دی ان کے دماغ چھٹ گئے آخر انہیں اٹھا اٹھا کر دے چنا، سرا لگ ہو گئے دھڑا لگ جا پڑے یہ ہوا سوار کو سواری سمیت ادھر اٹھالیتی تھی اور بہت اونچالے جا کر اسے اوندھادے پہنچتی تھی یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ عذاب الہی کے آجانے سے حضرت ہود کو اور مومنوں کو نجات مل گئی رحمت حق ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بدترین سزا میں گرفتار ہوئے۔

مسند احمد میں ہے حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں علا بن حضری کی شکایت لے کر چلا۔ جب میں ربذہ میں پہنچا تو بنو تمیم کی ایک بڑھیالا چار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے مجھے سرکار رسالت ماب میں پہنچنا ہے کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کرے گا کہ مجھے دربار رسالت میں پہنچا دے؟ میں نے کہا آؤ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے پہنچا دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے ہیں میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور ﷺ اپنی منزل میں تشریف لے گئے میں آپ کے پیچھے چلا گیا اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تم میں اور بنو تمیم میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا حضور اس کے ذمہ دار وہی ہیں میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلہ تمیم کی ایک بڑھیلا عورت مل گئی جس کے پاس سواری وغیرہ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے آپ نے اسے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔

میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر دیجئے اس پر بڑھیلا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو پھر آپ کے ہاں کے بے بس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! تیری اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کر لے گئی میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی؟ اللہ نہ کرے کہ میں بھی عادی قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بھئی عادیوں کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجودیکہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور محس وقت عادیوں میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قبل نامی ایک شخص کو بطور قاصد کے بیت اللہ شریف دعا وغیرہ کرنے کے لئے بھیجا یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا یہاں شراب و کباب اور راگ رنگ

میں ایسا مشغول ہوا کہ سینے بھر تک جام لٹڑھاتا رہا اور معاویہ کی دو لونڈیوں کے گانے سنتا رہا، ان کا نام جرادہ تھا، سینے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیمار کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کے ذبیحے کے لئے نہیں آیا یا اللہ عادیوں کو تودہ پلا جو پلایا کرتا تھا۔ اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں ان میں سے ایک غیبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کر لے اس نے سخت سیاہ بادل کو اختیار کیا، اسی وقت دوسری آواز آئی کہ لے لے خاک را کہ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگوٹھی کے حلقے کے ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہہ و بالا کر دیا۔ اب وائل کہتے ہیں یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب المثل ہو گیا تھا، جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔ اسی طرح مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

وَالِیْ ثَمُوْدَ اٰخَاهُمْ ضَلِحًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُوْهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةٌ فَذُرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فِیَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۶

ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا جس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو تمہارا کوئی معبود اس کے سوا نہیں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل بھی آچکی اللہ کی یہ اونٹنی تمہارے لئے نشان ہے اسے آزاد کر دو کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی چلتی رہے خبردار اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا کہ تمہیں دردناک عذاب آدوچیں ○

ثمود کی قوم اور اس کا عبرت ناک انجام: ☆☆ (آیت: ۷۳) علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح، یہ بھائی تھا جس بن عامر کا۔ اسی طرح قبیلہ طسم یہ سب خالص عرب تھے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے پہلے ثمودی عادیوں کے بعد ہوئے ہیں ان کے شہر حجاز اور شام کے درمیان وادی القری اور اس کے ارد گرد مشہور ہیں۔ سنہ ۹ھ میں تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ان کی اجازت بستریوں میں سے گزرے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب حضور ﷺ تبوک کے میدان میں اترے، لوگوں نے ثمودیوں کے گھروں کے پاس ڈیرے ڈالے اور انہی کے کنوؤں کے پانی سے آٹے گوندھے ہانڈیاں چڑھائیں، تو آپ نے حکم دیا کہ سب ہانڈیاں الٹ دی جائیں اور گندھے ہوئے آٹے اونٹوں کو کھلا دیئے جائیں، پھر فرمایا یہاں سے کوچ کرو اور اس کنوئیں کے پاس ٹھہرو جس سے حضرت صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور فرمایا آئندہ عذاب والی بستریوں میں پڑاؤ نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی عذاب کے شکار تم بھی بن جاؤ۔

ایک روایت میں ہے ان کی بستریوں سے روتے اور ڈرتے ہوئے گزرو کہ مبادا وہی عذاب تم پر آجائیں جو ان پر آئے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لوگ بہ جلت ہجر کے لوگوں کے گھروں کی طرف لپکے، آپ نے اسی وقت یہ آواز بلند کرنے کا کہا الصلوٰۃ جامعۃ، جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے گھروں میں کیوں گھسے جارہے جو بن پر غضب الہی نازل ہوا، راوی حدیث ابو بکرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، ہم تو صرف تعجب کے طور پر انہیں دیکھنے چلے گئے تھے، آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی تعجب خیز چیز بتا رہا ہوں، تم میں سے ہی ایک شخص ہے جو تمہیں وہ چیز بتا رہا ہے جو

گذر چکیں اور وہ خبریں دے رہا ہے جو تمہارے سامنے ہیں اور جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں پس تم ٹھیک ٹھاک رہو اور سیدھے چلے جاؤ تمہیں بھی عذاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں یا در کھڑا ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی جانوں سے کسی چیز کو دفع نہ کر سکیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کا نام عمر بن سعد نے اور کہا گیا ہے کہ عامر بن سعد ہے۔ واللہ اعلم ایک روایت میں ہے کہ ہجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا: 'عجزے نہ طلب کرو، دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی، لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے، بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو رغال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ شہودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الہی سکھائی کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو۔ اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي
الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا
فَاذْكُرُوا الْإِلَهَ الَّذِي وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ
الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ
أَمِنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَلِحًا مُرْسَلًا مِّن رَّبِّهِمْ قَالُوا
إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

یاد کرو کہ اللہ نے عاد یوں کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں ایسی زمین میں بسایا ہے کہ تم اس کے نرم حصے میں محلات بنا رہے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور فسادی بن کر زمین میں تباہی برپا کرتے نہ پھرو ○ اس کی قوم کے سرکش سرداروں نے قوم کے کمزور ایمان داروں سے کہا کہ کیا تمہیں صالح کے رسول اللہ ہونے کا پورا علم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہم تو جس شریعت کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان رکھنے والے ہیں ○

(آیت: ۶۳-۷۵) حضرت صالحؑ فرماتے ہیں لوگو تمہارے پاس دلیل الہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے ان لوگوں نے حضرت صالحؑ سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گا بھن ہو (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالحؑ نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کر لو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمانہ کئے حضرت صالحؑ علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے سچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جند بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا اور اس کے

ساتھیوں نے بھی باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کے لئے تیار تھے، مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندب کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا۔ اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن انہی بد بختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن غنمہ نے کہا، کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی، قریب تھا کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سوا ہو جاتی، مگر بد بختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے، جیسے قرآن میں ہے وَنَبْتُهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ اِخْ اور آیت میں ہے هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ یہ ہے اونٹنی اس کے اور تمہارے پانی پینے کے دن تقسیم شدہ اور مقررہ ہیں۔ یہ اونٹنی ثمودیوں کی بستی حجر کے ارد گرد جرتی، چلتی تھی ایک راہ جاتی، دوسری راہ آتی، یہ بہت ہی موٹی تازی اور ہیبت والی اونٹنی تھی جس راہ سے گذرتی، سب جانور ادھر ادھر ہو جاتے، کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ان اوباشوں نے ارادہ کیا کہ اس کو مار ڈالیں تاکہ ہردن ان کے جانور برابر پانی پی سکیں، ان اوباشوں کے ارادوں پر سب نے اتفاق کیا یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور انہیں شہہ دی کہ ہاں اس پاپ کو کاٹ دو اس اونٹنی کو مار ڈالو۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اِنَّا بِالذِّنِّ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾
 فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اٰمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحْ
 اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
 الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جِثْمِيْنَ ﴿۷۸﴾

جن لوگوں نے سرکشی کی تھی انہوں نے کہا کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں ○ پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سر تابی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا رہتا ہے اگر تو فی الواقع پیغمبروں میں سے ہے تو انہیں ہم پر نازل کر دے ○ پس انہیں زلزلے نے آجلا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی زانو پر اوندھے گرے ہوئے مردے رہ گئے ○

(آیت ۷۶-۷۸) چنانچہ قرآن کریم میں ہے فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهُمَا اِخْ قوم صالح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہوں کے بدلے ان پر ہلاکت نازل فرمائی اور ان سب کو یکساں کر دیا اور آیت میں ہے کہ ہم نے ثمودیوں کو اونٹنی دی جو ان کے لئے پوری سمجھ بوجھ کی چیز تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا، یہاں بھی فرمایا کہ انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پس اس فعل کی اسناد سارے ہی قبیلے کی طرف ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھوٹے بڑے سب اس امر پر متفق تھے امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عسیرہ بنت غنم بن جملو جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت حیا بن زہیر بن عتار تھا یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کا خاوند مسلمان ہو گیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اس کی ساتھی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے۔ صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اسے کہا کہ میں تیرے گھر آ

جاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے، لیکن اس نے انکار کر دیا، اس پر اس نے مصدر بن مہرج بن مخیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتون تھا، اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عمیرہ نے قدر بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اس شرط پر کہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال، یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا، یہ تھا بھی زنا کاری کا بچہ (زنا کی پیداوار) سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیسا نانی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کاری کی تھی، یہ اسی سے پیدا ہوا تھا، دونوں چلے اور اہل شمو اور دوسرے شریوں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نوفسادی شخص اس بد ارادے پر تل گئے، جیسے قرآن کریم میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ نِسْعَةً رَهْطًا يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ اس شہر میں شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا، سراسر فسادی ہی تھے، چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے، ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کے راستے میں یہ دونوں شریا پنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے، جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدر نے اسے تیرا مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا، اسی وقت عمیرہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدر کے پاس بھیجا، اس نے کہا، قدر کیا دیکھتے ہو، اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو، یہ اس کی شکلدیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ دینے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا۔ ادھر قدر نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی، اس کا بچہ پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔

حسن بصری فرماتے ہیں۔ اس نے اللہ کی سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی، پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سا گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقع پر پہنچ دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہے، آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا، اب اس تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا، اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو، اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آؤ روز روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپے مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کرو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بے خبر رہے، اب انجام دیکھو لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدینتی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے، آپ کا گھر پہاڑ کی بلندی پر تھا، ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا، ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمہرات کے دن تمام شمو دیوں کے چہرے زرد پڑ گئے، جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا، ان کے منہ سیاہ ہو گئے۔ تین دن جب گذر گئے تو چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑا کا ہوا، جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھانے ان کے کلیجے پھاڑ دینے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا، ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا، مڑ دوں سے مکانات بازار گلی، کوچے بھر گئے، مرد و عورت، بچے بوڑھے اول سے آخر تک سارے کے سارے تباہ ہو گئے، شان رب دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے ایک کافرہ عورت، بچا دی گئی، یہ بھی بڑی خبیث تھی، حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی، اس کی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں، لیکن ادھر عذاب آیا، ادھر اس کے پاؤں کھل گئے، اپنی بستی سے سر پٹ بھاگی

اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکنے کے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ عذاب الہی آپؐ اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابودغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا، لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا، اسی وقت آسان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا۔ شہود یوں میں سے سوائے حضرت صالحؑ اور ان کے مومن صحابہؓ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔ ابودغال کا واقعہ اس سے پہلے حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔ قبیلہ ثقیف جو طائف میں ہے مذکور ہے کہ یہ اس کی نسل سے ہیں۔ عبدالرزاق میں ہے کہ اس کی قبر کے پاس سے رسول کریم ﷺ جب گذرے تو فرمایا جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا، یہ ابودغال کی قبر ہے، یہ ایک شہودی شخص تھا، اپنی قوم کے عذاب کے وقت یہ حرم میں تھا، اس وجہ سے عذاب الہی سے بچ رہا لیکن حرم شریف سے نکلا تو اسی وقت اپنی قوم کے عذاب سے یہ بھی ہلاک ہوا اور یہیں دفن کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی سونے کی لکڑی بھی دفن کی گئی، چنانچہ لوگوں نے اس گڑھے کو کھود کر اس میں سے وہ لکڑی نکال لی۔

اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا، ثقیف قبیلہ اسی کی اولاد ہے، ایک مرسل حدیث میں بھی یہ ذکر موجود ہے۔ یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا، اس کے ساتھ سونے کی شاخ دفن کر دی گئی تھی، یہی نشان اس کی قبر کا ہے، اگر تم اسے کھودو تو وہ شاخ ضرور نکل آئے گی، چنانچہ بعض لوگوں نے اسے کھودا اور وہ شاخ نکال لی۔ ابوداؤد میں بھی یہ روایت ہے اور حسن عزیز ہے لیکن میں کہتا ہوں اس حدیث کے وصل کا صرف ایک طریقہ بحیر بن ابی بھیر کا ہے اور یہ صرف اسی حدیث کے ساتھ معروف ہے اور بقول حضرت امام یحییٰ بن معینؒ سوائے اسماعیل بن ابی امیہ کے اسے اس سے اور کسی نے روایت نہیں کیا، احتمال ہے کہ کہیں اس حدیث کے مرفوع کرنے میں خطا نہ ہو۔ یہ عبداللہ بن عمرو ہی کا قول ہو اور پھر اس صورت میں یہ بھی ممکنات سے ہے کہ انہوں نے اسے ان دو دفتروں سے لے لیا ہو جو انہیں جنگ یرموک میں ملے تھے۔ میرے استاد شیخ ابوالحجاجؒ اس روایت کو پہلے تو حسن عزیز کہتے تھے لیکن جب میں نے ان کے سامنے یہ حجت پیش کی تو آپ نے فرمایا ہے، شک ان امور کا اس میں احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ﴿٥٥﴾

حضرت صالحؑ نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ میرے بھائیو میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہاری پوری خیر خواہی کی، لیکن افسوس تم اپنے خیر خواہوں کو اپنا دوست نہیں سمجھتے ○

صالح علیہ السلام ہلاکت کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں: ☆☆ (آیت: ۷۹) قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس، حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر حق حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی، تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو دعوت دے لی۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب بدری کفار پر غالب آئے وہیں تملیٰ دلنا تک ٹھہرے رہے، پھر رات کے آخری وقت اونٹنی پر زین کس کر آپ تشریف لے چلے اور جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے، اے ابو جہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں، اے فلاں، بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی، حضرت عمرؓ نے کہا، یا رسول اللہ آپ ان

جسوں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے؟ آپ نے فرمایا، اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں، لیکن جواب کی طاقت نہیں۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا، تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی، تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا، تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے دیس نکالا دیا اور دوسروں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی، افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسر جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی، پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلہ ہو۔ یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انہما کر دی، اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن آہ نہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا، نہ حق کی پیروی کی، نہ اپنے خیر خواہ کی مانی، بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا اور حرم مکہ میں پناہ لیتا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ وادی عسفان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ آپ نے جواب دیا، وادی عسفان، فرمایا، میرے سامنے سے حضرت ہو، اور حضرت صالح علیہ السلام ابھی ابھی گزرے، اونٹنیوں پر سوار تھے جن کی نکمیلیں کھجور کے پتوں کی تھیں، کمبلوں کے تہبند بندھے ہوئے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے، لیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں نہیں۔

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا
مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۗ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۸۱

(ہم نے ہی لوط کو بھیجا) اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایسی بے حیائی کا کام کر رہے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان میں کسی نے نہیں کیا، کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے مردوں کی طرف مائل ہو رہے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہوسلی حد سے گذر جانے والے ○

لوط علیہ السلام کی بد نصیب قوم: ☆ ☆ (آیت: ۸۰-۸۱) فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا، تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر۔ حضرت لوط علیہ السلام ہارن بن آزر کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا، آپ نے ان کو اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا، نیکیوں کے کرنے، برائیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا، جن میں ایک برائی اغلامبازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی، اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے، عمرو بن دینار یہی فرماتے ہیں۔ جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبد الملک کہتے ہیں، اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں اس بات کو کبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کر لے۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا، عورتوں کو جو اس کام کے لئے تھیں، چھوڑ کر تم مردوں پر توجہ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، یہ ہیں میری چچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں، لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں، ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں، جس طرح مرد مردوں میں مشغول تھے، عورتیں بھی عورتوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ
 قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿۸۵﴾ فَانجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ
 إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۸۶﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا
 فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۸۷﴾

اس کے جواب میں قوم لوط کا صرف یہی قول تھا کہ انہیں اپنے شہر سے نکال دو یہ تو بڑے ہی پاک باز لوگ ہیں ○ پس ہم نے لوط کو اور اس کے گھرانے کو بجز اس کی بیوی کے بچالیا وہ پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی ○ اور ہم نے ان پر بڑی بارش برساتی دیکھ لے کہ ان بدکاروں کا کیسا برا انجام ہوا ○

(آیت: ۸۲) قوم لوط پر بھی نبی کی نصیحت کارگر نہ ہوئی، بلکہ اللہ دشمنی کرنے لگے اور دیس نکالا دینے پر تزل گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مع ایمانداروں کے وہاں سے صحیح سالم بچالیا اور تمام ہستی والوں کو ذلت و پستی کے ساتھ تباہ و غارت کر دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ بڑے پاک باز لوگ ہیں بطور طعنہ کے تھا اور یہ بھی مطلب تھا کہ یہ اس کام سے جو ہم کرتے ہیں، دور ہیں، پھر ان کا ہم میں کیا کام؟ مجاہد اور ابن عباس کا یہی قول ہے۔ لوطی تباہ ہو گئے: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۴) حضرت لوط اور ان کا گھرانہ اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے۔ بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ یعنی وہاں جتنے مومن تھے، ہم نے سب کو نکال دیا، لیکن بجز ایک گھر والے کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں، بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بد نصیب کافرہ ہی تھی، بلکہ قوم کے کافروں کی طرف راتھی، اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو خبر پہنچا دیتی، اسی لئے حضرت لوط سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آگئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت اس بد نصیب پر بھی عذاب آ گیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہو گئی۔ غابریں کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں، جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں، وہ بطور لزوم کے ہیں، کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلنے ہی عذاب الہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش، پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کے لئے آسمان سے گر رہے تھے۔ گو اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں، اے پیغمبر آپ خود کچھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول اللہ کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، لوطی فعل کرنے والے کو اونچی دیوار سے گرا دیا جائے، پھر اوپر سے پتھراؤ کر کے اسے مار ڈالنا چاہئے کیونکہ لوطیوں کو اللہ کی طرف سے یہی سزا دی گئی۔ اور علماء کرام کا فرمان ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا بے شادی ہو۔

امام شافعی کے دو قول میں سے ایک یہی ہے۔ اس کی دلیل مسند احمد ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جیسے تم لوطی فعل کرتے پاؤ، اسے اور اس کے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ بھی مثل زنا کاری کے ہے شادی شدہ ہوں تو رجم ورنہ سو کوڑے۔ امام شافعی کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ عورتوں سے اس قسم کی حرکت کرنا بھی چھوٹی

لواطت ہے اور بہ اجماع امت حرام ہے، بجز ایک شاذ قول کے اور بہت سی احادیث میں اس کی حرمت موجود ہے۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔

وَالِی مَدَیْنٍ اَخَاهُمْ شَعِیْبًا قَالَ لِقَوْمِ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ قَدْ جَاءَ شَکْرٌ بَیْنَهُم مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا
الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَهُمْ وَلَا تَفْسِدُوا
فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ۝۵۵

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے سمجھایا کہ اسے قوی بھائی اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے واضح دلیل آئی ہے اب تم ناپ تول پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک کے صحیح انتظام کے بعد اس میں رخنہ اندازیاں نہ کرو اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لئے یہی بات بہتری والی ہے ○

خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام: ☆☆ (آیت: ۸۵) مشہور مورخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب میکیل بن یثجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یثون تھا۔ یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن وَلَمَّا وَرَدْنَا مَدَیْنٍ مِّثْلَ شَہْرِ مَدَیْنِیْنِ کے کنویں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایک والے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق ادا نیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ماپ تول میں کمی کی عادت چھوڑ دو لوگوں کے حقوق نہ مارو کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے۔ فرمان ہے وَیَلِّ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ویل ہے اللہ اس بد خصلت سے ہر ایک کو بچائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے آپ کو بہ سبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ
قَلِیْلًا فَکَثَرْتُمْ وَاَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۵۶
وَاِنْ کَانَ ظَآئِفَةٌ مِّنْکُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اَرْسَلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ
لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا وَهٗو

خَيْرُ الْحَكِيمِينَ ﴿۸۷﴾

ہر براہ پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو راہ اللہ سے روکنا اور اس میں کئی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم بہت تھوڑے سے تھے اللہ نے تمہیں بڑھادیا اور از خود دیکھ لو کہ فساد پھانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا؟ ○ اگر تم میں سے ایک گروہ اس چیز پر ایمان لائے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لائے تو تم صبر کرو سہارے کام لو یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ ہم میں فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○

قوم شعیبؑ کی بد اعمالیاں: ☆ ☆ (آیت: ۸۶-۸۷) فرماتے ہیں کہ مسافروں کے راستے میں دہشت گردی نہ پھیلاؤ، ڈاکہ نہ ڈالو اور انہیں ڈرا دھمکا کر ان کا مال زبردستی نہ چھینو میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کے لئے جو آنا چاہتا ہے اسے خوفزدہ کر کے روک دیتے ہو، ایمانداروں کو اللہ کی راہ پر چلنے میں روڑے اٹکاتے ہو، راہ حق کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو، ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر ہے کہ ہر ستے پر نہ بیٹھنے کی ہدایت تو قتل و غارت کے سد باب کے لئے ہو جو ان کی عادت تھی اور پھر راہ حق سے مومنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو۔ تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ گنتی میں قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھادی اور تمہیں زور آور کر دیا، رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو، عبرت کی آنکھوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے ابھی ابھی گزرے ہیں، جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے، جن کی بد امنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب ان پر ٹوٹ پڑے، وہ اللہ کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے، دلیر بن گئے جس کے بدلے اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوئی، آج ان کی ایک آنکھ چھپکتی ہوئی باقی نہیں رہی، نیست و نابود ہو گئے، مر مٹ گئے، دیکھو میں تمہیں صاف بے لاگ ایک بات بتا دوں، تم میں سے ایک گروہ مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے، اب تم خود دیکھ لو گے کہ مدد ربانی کس کا ساتھ دیتی ہے اور اللہ کی نظروں سے کون گر جاتا ہے؟ تم رب کے فیصلے کے منتظر رہو، وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم خود دیکھ لو کہ اللہ والے بامراد ہوں گے اور اللہ کے دشمن نامراد ہوں گے۔